ارشادُ الملوک ترجمہ اِمداد السّلوک ماخوذ از رسالہ مکّیّہ

یعنی

اِمدادُ السّلوک اردو

تصوّف و اخلاق کی معروف بلند پایہ کتاب

مُصنّف : حضرۃ شیخ قطبُ الدّین دمشقی نوّراللہ مرقدہٗ

مُؤلّف : اِمامِ ربّانی حضرۃ مولانا رشید احمد گنگوہی قُدّس سرّہٗ

حسبُ الحکم : حضرۃ مولانا حافظ محمّد ضامن شہید قدّس اللہ سرّہٗ

مُترجم : حضرۃ مولانا محمّد عاشق الٰہی میرٹھی نوّراللہ مرقدہٗ

مُقدّمہ : شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمّد زکریّا سہارنپوری قدس سرہٗ

دارُالکتاب دیوبند (یو۔پی)

تفصیلات

نام کتاب	اِمداد السلوک اُردو
مصنف	حضرت شیخ قطب الدین دمشقی نوراللہ مرقدہ
مؤلف	امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ
مترجم	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی نوراللہ مرقدہ
تعدادِ صفحات	۲۰۸
طباعت	یاسر ندیم آفسیٹ پریس دیوبند
سن اشاعت	۲۰۰۵ء
زیر اہتمام	واصف حسین مالکِ دارالکتاب

شائع کردہ

دارُالکتاب دیوبند

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد

قطب الارشاد امام ربانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں۔ فقیہ النفس، درویش خدامست، اور علمائے اہلِ حق کے قائد اور طائفہ اولیاء کے سرخیل ہیں۔ فقہ وتصوف کے جامع اور بادۂ توحید سے سرشار اس ذاتِ گرامی سے علم وعمل کا جو فیضِ عام پھیلا ہے، وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اسی فیضِ عام کی ایک کڑی یہ زیرِ نظر مبارک کتاب ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس رسالہ کو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ نے قدوۃ العارفین، زبدۃ السالکین حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے حکم پر فارسی زبان میں لکھا اور اپنے شیخ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے نام نامی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کا نام "امداد السلوک" رکھا۔ یہ کتاب حقائقِ تصوف پر مشتمل اور سالکانِ طریقت کے لئے مشعل و رہبر کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس اہم کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے خلیفۂ خاص اور مشہور مصنف ومترجم حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے آسان اردو میں اس کا ترجمہ فرمایا جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

موجودہ کتاب کی ابتداء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مبسوط مقدمہ بھی شامل ہے جس میں اصل مصنف، مؤلف اور مترجم کے تفصیل

حالات درج کئے گئے ہیں جو ایک عام قاری اور خصوصاً ایک سالک کے لئے بہت ہی نافع مضامین پر مشتمل ہیں۔

ہم نے اس نئے ایڈیشن کی طباعت میں اصل مقدمہ اور کتاب کو بجنسہٖ محفوظ رکھتے ہوئے مضامین کے مناسب جگہ جگہ عنوانات کا اضافہ کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ اب اس کتاب سے استفادہ کرنا اور آسان ہو جائے گا۔

اللہ تعالےٰ ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرماتے ہوئے ہمیں اور سالکین وعلمۃ المسلمین کو اس کتاب سے مکمل استفادہ کرتے ہوئے علم وعمل کی توفیق بخشے اور اس کے نفع کو مزید عام وتام فرمائے۔ آمین

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ناشر

اشرف برادران سلمہم الرحمٰن

ادارہ اسلامیات لاہور

۲۷ جمادی اولیٰ ۱۴۰۴ھ

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
مقدمہ از شیخ الحدیث رح	۹
تمہید	۹
امداد السلوک کی اہمیت	۱۱
مختصر حالات مترجم مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ	۱۱
نسب اور ابتدائی حالات بقلم خود	۱۲
اضافہ از شیخ الحدیث	۱۳
تعارف امداد السلوک	۱۶
حضرت گنگوہیؒ کے ابتدائی حالات	۱۶
حضرت گنگوہیؒ کا عجیب امتحان	۱۸
حضرت گنگوہیؒ کا ایک عجیب مکتوب	۱۹
تعارف رسالہ مکیہ	۲۲
شرح فارسی کا تعارف	۲۳
حالات حضرت حافظ ضامن شہیدؒ	۲۴
حکایت نمبر ۱	۲۶
حکایت نمبر ۲، ۳، ۴، ۵	۲۷
حکایت نمبر ۶	۲۸
حالات بیعت	۲۹
اخفاء حال اور اتباع سنت	۳۰
شوق شہادت، تاریخ شہادت	۳۱
خانقاہ تھانہ بھون کی منظر کشی	۳۳
حضرت حافظ ضامن شہیدؒ کا سراپا	۳۳
مکتوب حافظ ضامن شہید رح	۳۴
حالات حضرت حاجی امداد اللہ رح	۳۶
نسب اور ولادت	۳۶
تعلیم، سلوک و بیعت	۳۷
شیخ کا انتقال اور سفر حج	۳۹
علماء کا رجوع اور ہجرت مکہ مکرمہ	۴۰
آخر حیات اور وفات	۴۱
دیباچہ امداد السلوک فارسی	۴۲
حقیقت تصوف پر قطب العالمؒ کی تحریر	۴۶
اختتام مقدمہ	۴۸

عنوان	صفحہ نمبر
التماس از مترجم	۴۹
آغاز اصل کتاب	۵۳
فصل اوّلی	۵۳
سلوک سے مراد	۵۳
ابتدائے طریقت کے معنی	۵۳
نہایت طریقت کے معنی	۵۳
مقاماتِ طریقت	۵۴
علم کی ضرورت	۵۵
شیخ کی ضرورت	۵۶
احکامِ شریعت کسی وقت ساقط نہیں	۵۷
علومِ مقصودہ	۵۸
وصول الی اللہ کا مطلب	۵۹
طالبِ دین کے لئے اہم نصائح	۶۰
فصل دوم	
سالک کو شیخ کی ضرورت اور شیخ طریقت کی شرائط	۶۱
شیخِ کامل کی تلاش	۶۲
توحید مطلب	۶۴
چار باتیں وصول الی اللہ کی رکن	۶۶
مزید کچھ نصائح	۶۶
شیخ طریقت کی صفات	۶۸
شیخ کا اصطلاحی عالم ہونا ضروری نہیں	۷۰
فصل نمبر ۳	۷۳

عنوان	صفحہ نمبر
طریق سلوک	۷۳
نور وظلمت کے ستر ہزار پردے	۷۳
سیر الی اللہ	۷۶
حصولِ مقصود کے آٹھ اہم طریقے	۷۷
فصل نمبر ۴	۷۸
باوضو رہنا	۷۸
فصل نمبر ۵	۷۹
روزہ رکھنا اور بھوکا رہنا	۷۹
بھوکا رہنے کا مطلب	۸۰
طریقِ اعتدال	۸۰
فصل نمبر ۶	۸۱
تقلیل کلام	۸۱
فصل نمبر ۷	۸۲
دوام خلوت	۸۲
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوتِ طیبہ	۸۴
خلوت پر ایک شبہ کا جواب	۸۷
حضرات صحابہؓ کی خلوت بصورت صحبت	۸۸
خلوت کی مقدار	۹۱
خلوت کے فوائد	۹۲
نکتہ اور تنبیہ	۹۳
حاصل کلام	۹۴
فصل نمبر ۸	۹۷
دوامِ ذکر	۹۷

عنوان	صفحہ نمبر
قلب کی اصلاح کا طریقہ ذکر و فکر	۹۹
اللہ جل شانہٗ کی یاد	۱۰۱
کلمہ طیبہ کے فضائل	۱۰۲
ذکر اللہ کے فضائل	۱۰۴
ذکر اللہ کے آداب و شرائط	۱۰۶
فائدہ ۔ شجرۂ مصنف	۱۱۰
تنبیہ	۱۱۱
خلاصہ دستور العمل برائے سالکین	۱۱۱
لسانی ذکر بھی بڑی دولت ہے	۱۱۵
فنا اور فناء الفناء	۱۱۵
ذاکر کو چند امور کا لحاظ رکھنا	۱۱۶
فائدہ : ذکر کے مراتب	۱۱۷
فائدہ : سات اطوار کا بیان	۱۱۸
ذکر شیطانی سے بچنے کی تدبیر	۱۲۰
قلب و نفس کو منور بنانے کا طریقہ	۱۲۰
مجاہدہ کی ضرورت	۱۲۱
اللہ تعالیٰ کی طلب میں بے چین رہنا	۱۲۴
الحاصل: ذکر پر مواظبت	۱۲۵
فصل ۹	
خواطر کی نفی	۱۲۸
وارد اور خاطر کی تعریف	۱۲۸
خواطر کی قسمیں	۱۲۸
خواطر حق اور خواطر ملک میں فرق	۱۳۰
خواطر میں امتیاز	۱۳۲
سالکین پر خطرات کا ہجوم	۱۳۴

عنوان	صفحہ نمبر
فصل نمبر ۱۰	۱۳۵
شیخ کے ساتھ قلب کو مرتبط رکھنا	۱۳۵
فصل نمبر ۱۱	
ترکِ اعتراض	۱۳۶
ترکِ اعتراض کے مزید احکام	۱۳۸
تتمہ : مذکورہ آٹھ شرائط کے فوائد	۱۳۹
فصل نمبر ۱۲	
مقاماتِ سلوک کا اجمالی بیان	۱۴۱
فصل نمبر ۱۳	
کلام نافع کا بیان	۱۴۲
شیخ پر مکمل اعتماد و انقیاد کی ضرورت	۱۴۳
شیخ کا ظاہری و باطنی احترام کرنا	۱۴۵
سالک کے لئے نوافل کی ضرورت کا بیان	۱۴۶
فصل نمبر ۱۴	
اولیاء اللہ کی سب سے بڑی کرامت	۱۴۷
فائدہ : ذکر کے اثرات اور مرید کی ذمہ داریاں	۱۴۸
شیخ بننے کے لائق کون ہے ؟	۱۴۹
مُرید کے دو فرائض	۱۵۰
فصل نمبر ۱۵	
خرقۂ صوفیاء کا ادب	۱۵۱
ظاہر انسان اور باطن انسان	۱۵۲
حجاب کا بیان	۱۵۳
فصل نمبر ۱۶	۱۵۳
تصوف کے ظاہری و باطنی ارکان	۱۵۴
ادب تصوف کا رکن اعظم ہے	۱۵۵

عنوان	صفحہ نمبر
تصوف کیا ہے؟ اور صوفیاء کون ہیں	۱۵۵
صوفیاء کے اخلاق	۱۵۶
معرفت کا بیان	۱۵۷
معرفت باری تعالیٰ کے بارے میں صوفیاء کے اقوال	۱۵۸
فصل نمبر ۱۷	
اصولِ دین کا بیان	۱۶۰
ظاہر اسلام اور حقیقت اسلام	۱۶۰
اعتقاد اور حقیقتِ اعتقاد	۱۶۱
علمِ راجح	۱۶۱
ایمان اور حقیقتِ ایمان	۱۶۲
کفر	۱۶۳
معرفت کا بیان اور اس کی اقسام	۱۶۴
توحید، اصل توحید	۱۶۵
حقیقتِ توحید	۱۶۶
یقین کی تعریف	۱۶۸
عبادت کے تین درجے	۱۷۰
"حق" وہی ہے	۱۷۱
حقیقت کیا ہے؟	۱۷۲
فصل نمبر ۱۸	
ایمان عمل اور تقویٰ کی ضرورت	۱۷۳
ایمان اور تقویٰ کے درجات	۱۷۴
وصول کسے کہتے ہیں؟	۱۷۵

عنوان	صفحہ نمبر
تقویٰ کی ضرورت اور اس کے دلائل	۱۷۵
تقویٰ اسلام کا رکنِ اعظم ہے	۱۷۸
فصل نمبر ۱۹	
خلوت والوں کے بعض واقعات میں	۱۸۱
عناصرِ اربعہ کی صفات	۱۸۲
مکاشفہ اور خواب میں احتیاط	۱۸۳
مکاشفات کا فائدہ	۱۸۵
امورِ غیبیہ اطفالِ طریقت کی غذا ہیں	۱۸۶
واقعاتِ غیبیہ میں شیطان کا دخل	۱۸۷
شیخ کے بغیر چارہ نہیں	۱۸۸
تلبیس ابلیس	۱۹۰
شیطان کی گمراہیوں سے بچنے کا طریقہ	۱۹۰
شیطان کی مزید چالبازیاں	۱۹۱
عقیدۂ حلول کی تردید	۱۹۲
فصل نمبر ۲۰	
امت محمدیہ میں ولایت کا بقاء	۱۹۴
صحابی، تابعی اور ولی کا بیان	۱۹۶
ولایتِ عامہ اور ولایت خاصہ	۱۹۶
فصل نمبر ۲۱	
سیرِ نفس کا بیان	۱۹۹
تواضع، عبدیت اور فنائیت کا بیان	۲۰۰
خلاصۂ طریقت	۲۰۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

مقدمہ ارشاد الملوک ترجمہ امداد السلوک

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

اس سیہ کار کا معمول رمضان المبارک پینتیس ۱۳۳۵ھ ہجری سے گذشتہ سال پچاسی ۱۳۸۵ھ ہجری تک اکیاون ۵۱ سال ماہ مبارک میں عصر سے مغرب تک قرآن پاک سنانے کا رہا ہے۔ رمضان چوالیس ۱۳۴۴ھ ہجری تک جب تک میرے حضرت اور میرے شیخ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ کا قیام سہارنپور رہا اس وقت تک دس برس مخدومی جناب الحاج حافظ محمد حسین صاحب ناظم مدرسہ اجراڑہ جو حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے خدام میں تھے اور حضرت گنگوہیؒ کے انتقال کے بعد حضرت سہارنپوریؒ کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ وہ ہر سال رمضان المبارک حضرت کی خدمت میں گزارنے سہارنپور تشریف لاتے تھے۔ وہ ظہر کے بعد میرے حضرت قدس سرہٗ کا پارہ سنا کرتے تھے اور عصر کے بعد اس ناکارہ کا سولہ شوال چوالیس ۱۳۴۴ھ ہجری کو حضرت اقدس کی مکہ معظمہ کو روانگی ہوئی اور یہ ناکارہ بھی ہمراہ تھا۔ ایک سال وہاں قیام کے بعد محرم چھیالیس ۱۳۴۶ھ ہجری میں اس سیہ کار کی واپسی ہوئی۔ واپسی کے بعد سے مختلف احباب اس ناکارہ پر شفقت کرتے رہے اور ہمیشہ عصر کے شدائد میں بھی وہ اس ناکارہ کا قرآن سنتے رہے۔ تقریباً پچیس برس تک عزیزان الحاج مفتی محمد یحییٰ اور اُن کے بھائی الحاج مولوی محمد الیاس صاحب اس ناکارہ پر شفقت کرتے رہے اور ہمیشہ عصر کے بعد قرآن سننا ان کے ذمہ رہا۔ اس کے ساتھ ہی تقریباً

تیس سال سے کچھ احباب یہاں رمضان گزارنے آتے رہتے تھے اور وہ عصر کے بعد قرآن پاک کے سُننے میں شریک رہتے۔ یہ ناکارہ بار بار تقاضا بھی کرتا کہ یہ لوگ اپنے اوراد میں مشغول ہوں۔ مگر وہ ازراہِ محبت کلام پاک سننے میں مشغول رہتے۔ یہ ناکارہ بلسان العجم پڑھنے والا ان کے لئے اس کو زیادہ مفید نہیں سمجھتا تھا۔ دو تین سال سے ماہ مبارک میں آنے والوں کا سلسلہ اندازہ سے زیادہ بڑھنے لگا۔ گذشتہ سال دو سو سے متجاوز ہو گیا اور امسال ماہ مبارک کے ختم پر ساڑھے تین سو سے متجاوز ہو گیا۔ مجھے پارسال بھی اس کا بار بار خیال آتا رہا کہ عصر کے بعد کوئی ایسی چیز تجویز ہو جو اُن کے لئے مفید ہو۔ مگر سمجھ میں نہیں آئی۔ امسال یہ خیال میں آیا کہ امداد السلوک اور اتمام النعم ان مہمانوں کے لئے زیادہ مفید ہے بالخصوص ذاکرین کے لئے۔

امداد السلوک شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت اقدس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تالیف ہے۔ لیکن فارسی زبان میں ہے جو تالیف کے زمانے میں ہندوستان کے متوسط طبقہ کی گویا مادری زبان تھی۔ جب فارسی زبان عام فہم نہ رہی تو حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہٗ نے اس کا ترجمہ "ارشاد الملوک" کے نام سے اُردو میں کیا اور جیسا کہ حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے مُرشد حضرت الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے نام نامی سے استبراک کرتے ہوئے "امداد السلوک" نام رکھا۔ اسی طرح حضرت میرٹھی نے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے نام نامی سے استبراک کرتے ہوئے "ارشاد الملوک" نام رکھا۔

اور اتمام النعم تبویب الحکم کا اُردو ترجمہ ہے جس کا حضرت اقدس مُرشدی مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی تعمیل حکم میں ترجمہ فرمایا تھا جیسا کہ حضرت اقدس حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی اس تقریظ کے اندر آرہا ہے جو اتمام النعم کے شروع میں ہے اور عنقریب ہدیہ ناظرین ہو گی۔ چونکہ اتمام النعم مختصر تھی اس لئے حضرت مولانا الحاج خلیل احمد صاحب کی تعمیل حکم میں حضرت کے مُرید اور خلیفۂ مجاز حضرت مولانا عبد اللہ صاحب گنگوہیؒ نے

اس کی شرح فرمائی جو "اکمال الشیم" کے نام سے طبع ہوئی۔ جیسا کہ خود مولانا عبداللہ صاحبؒ نے اپنے رسالہ کے شروع میں تحریر فرمایا ہے۔ یہ ناکارہ اپنے دوستوں میں سے جو ذاکر ہوں ان کو وصیت اور تاکید کرتا ہے کہ امداد السلوک اور اتمام النعم کو خاص طور سے اپنے مطالعہ میں رکھیں اور کثرت سے دیکھتے رہا کریں اور "ارشاد الملوک" اور "اکمال الشیم" انہی دونوں کا ترجمہ اور شرح ہیں اور انہی کے حکم میں ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا الحاج سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ بھی اپنے خاص لوگوں کو "امداد السلوک" کے مطالعہ کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اس ناکارہ کے نزدیک بھی ان دونوں رسالوں کا مطالعہ ذاکرین کے لئے بہت مفید ہے اس لئے اپنے سے بیعت کا تعلق رکھنے والے احباب کو تاکید کرتا ہوں کہ اس ناکارہ کے فضائل کے رسائل کو اہتمام سے مطالعہ میں رکھیں اور ذاکرین کو "ارشاد الملوک" اور "اکمال الشیم" کو خاص طور سے مطالعہ میں رکھنا چاہیئے اور جن احباب کو اس ناکارہ نے بیعت کی اجازت دی ہے ان کے لئے حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی "تربیت السالک" اور حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کے مکاتیب جو مکاتیب رشیدیہ کے نام سے مطبوع ہیں مطالعہ میں رکھنا مفید ہے۔ اکمال الشیم کے متعلق اس کے شروع میں تمہید آرہی ہے۔

ارشاد الملوک

ارشاد الملوک حضرت قطب العالم گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب امداد السلوک کا ترجمہ ہے۔ اصل کتاب فارسی میں تھی جو اس وقت کی عام فہم زبان تھی جب اس کے سمجھنے والے نہ رہے تو حضرت مولانا الحاج عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہٗ نے شوال ۱۳۳۲ھ میں اس کا اردو میں سلیس ترجمہ فرمایا۔

مختصر حالات مولانا عاشق الٰہی صاحب

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ نے اپنے ابتدائی حالات "الجواہر الزواہر ترجمۃ البصائر"

میں خود ہی تحریر فرمائے ہیں اور بہت تفصیل سے ذکر فرمائے ہیں۔ جن کو میں مختصراً نقل کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں۔

نسب :۔ عاشق الٰہی بن یاد الٰہی بن رحم الٰہی بن فضل الٰہی کی ولادت پانچ رجب سن بارہ سو اٹھانوے ہجری (۱۲۹۸ھ) مطابق تین جون سن اٹھارہ سو اکیاسی عیسوی (۱۸۸۱ء) یوم جمعہ کو ہوئی۔

چار سال کی عمر میں الف باء شروع ہوئی اور سن ۱۳۰۴ھ میں جب کہ میری عمر چھ سال کی تھی قرآن پاک ناظرہ اور کچھ اردو کی کتابیں پڑھ لی تھیں اور بے پڑھے اخبارات کو فر فر پڑھنے لگا۔ ۱۳۰۵ھ میں عربی شروع کر دی۔ اس کے بعد انگریزی سکول میں دو سال تعلیم پائی اور اسی طرح متفرق تعلیم ہوتے ہوئے جمادی الثانیہ ۱۳۱۱ھ میں جب کہ میری عمر تیرہ سال کی تھی مدرسہ قومی میرٹھ میں داخل ہوا اور ابتداء سے میزان وغیرہ شروع ہوئی۔ ۱۳۱۲ھ میں مشکوٰۃ شریف شروع ہوگئی جب کہ عربی شروع کئے ہوئے صرف دس مہینے ہوئے تھے۔ دو سال میں جملہ کتب صحاح و دینیات ختم ہوگئیں اور حضرت مولانا میر حسن صاحب امروہی نے دستار بندی فرمائی۔ اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی۔

ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ میں میرا نکاح اوّل ہوا۔ اور اسی سال رجب ۱۳۱۵ھ میں لاہور مولوی فاضل کی تعلیم کے لئے چلا گیا اور اعلیٰ نمبر کی کامیابی حاصل کی۔ ۴ محرم ۱۳۱۶ھ کو کامیابی کا انعام لینے کے لئے لاہور روانہ ہوا تو راستہ میں گنگوہ حضرت قطب العالم گنگوہی قدس سرہٗ سے بیعت کی۔ ایک شب قیام کے بعد لاہور روانہ ہوگیا۔ واپسی پر ۱۳۱۷ھ میں ندوۃ العلماء کی طلب پر ملازمت پر گیا اور ۲۶ محرم ۱۳۱۷ھ کو ندوہ میں پچیس روپے ماہوار پر میرا تقرر دار العلوم ندوہ کی دوم مدرسی پر ہوگیا لیکن آب و ہوا کی عدم موافقت اور اکابر کے عدم پسندیدگی کی وجہ سے آخر رجب میں واپسی ہوگئی اور کچھ روپیہ قرض لے کر صفر ۱۳۱۸ھ میں خیر المطابع کے نام سے مطبع کھولا، جس میں اجرت پر کتابیں طبع کرانے لگا اور ساتھ ہی مفید کتابوں کے تراجم میں مشغول ہوگیا اور سب سے اوّل قرآن مجید کا سلیس اردو میں ترجمہ کیا اور ۱۳۱۹ھ میں بصورت حائل

اس کو طبع کرایا۔ وہ بہت صدفروخت ہوگئی اور ۱۳۲۰ھ میں اس کو دوبارہ طبع کرایا اور اس کے ساتھ ہی اپنی تالیف "الاسلام" طبع کرائی جس میں اتنا نفع ہوا کہ جس سے میرا قرضہ بھی ادا ہوگیا اور مجھ پر حج بھی فرض ہوگیا۔

۱۷ رجب ۱۳۲۱ھ کو مع اپنی والدہ کے حج کے سفر کے لئے روانہ ہوا۔ حج کے بعد مدینہ منورہ بدامنی کی وجہ سے جانا نہ ہوسکا۔ محرم ۱۳۲۲ھ میں سفر حج سے واپسی ہوئی۔ اور اپنے سابقہ تجارتی مشغلہ میں مشغول ہوگیا۔ شوال ۱۳۲۳ھ میں دوسرا حج جو اپنے والد رحمت اللہ تعالےٰ علیہ کی طرف سے حج بدل تھا کیا اور ربیع الاول ۱۳۲۴ھ میں سفر حج سے واپسی ہوئی۔ ۱۳۲۶ھ میں "تذکرۃ الرشید" شائع کی اور ۱۳۲۸ھ میں جب حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ حج کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو میں نے بھی دفعۃً حج کا ارادہ کرلیا۔ اسی سفر میں شام، فلسطین اور مصر کا بھی سفر کیا اور ۱۳۳۳ھ میں یہ رسالہ "ارشاد السلوک ترجمہ امداد السلوک" تصنیف اور طبع کیا۔

۲۲ محرم ۱۳۳۷ھ کو میری پہلی اہلیہ نے انتقال کیا اور تین لڑکے (ڈاکٹر محمود الٰہی مولوی حافظ مسعود الٰہی، حافظ مقبول الٰہی) اور دو لڑکیاں پسماندگان چھوڑیں۔ اسی سال ربیع الاوّل ۱۳۳۷ھ میں میرا دوسرا نکاح ہوا اور ۱۲ شوال ۱۳۴۱ھ میں مع دوسری اہلیہ کے چوتھے حج کے لئے روانہ ہوگیا۔ ربیع الاوّل ۱۳۴۲ھ کو واپسی ہوئی۔ ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ میں پانچویں حج کے لئے روانہ ہوا۔ حج سے فراغت پر مصر جاکر ٹائپ خریدا جس پر ہندوستان آکر "جمع الفوائد" طبع کرائی۔

(یہ حالات "الجواہر" سے ماخوذ ہیں)

اضافہ از ذکریا

۱۳۴۴ھ میں جب کہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ مستقل

قیام کے لئے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کا ارادہ کر رہے تھے تو تین جمادی الثانیہ ۱۳۴۴ھ کو تین حضرات کا مدرسہ مظاہر العلوم کی سرپرستی کے لئے انتخاب فرمایا۔ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، الحاج شیخ رشید احمد صاحب میرٹھی ثم پاکستانی نور اللہ مرقدہم۔

یہ حضرات آخر حیات تک مظاہر العلوم کے سرپرست رہے۔ حضرت میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انتہائی مشاغل کے باوجود بہت ہی زیادہ انہماک اور توجہ سے اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار سمجھ کر مظاہر کی ایسی سرپرستی فرمائی کہ باید و شاید۔ بار بار تشریف لاتے۔ مدرسین کے اسباق میں بھی تشریف رکھتے۔ مدرسہ کے حسابات کو بھی بہت اہتمام سے ملاحظہ فرماتے۔ مولانا کو دفتری اور حسابی کاموں سے بھی بہت زیادہ مناسبت تھی۔ مالیات کے رجسٹروں کا گہری نظر سے مطالعہ فرماتے۔ خزانہ کی پڑتال کرتے۔ سال میں کئی کئی مرتبہ طلب پر اور بلا طلب دفعتہً بھی بار بار تشریف لاتے۔ ۱۳۴۸ھ کے آخر میں چھٹے حج کے لئے تشریف لے گئے اور بیس محرم ۱۳۴۹ھ کو حجاز سے واپسی ہوئی۔ حضرت میرٹھی نے الجواہر میں اپنے پانچ حج تحریر فرمائے ہیں۔ اس کے بعد اس ناکارہ کو بھی ایک حج یاد ہے جس کو بندہ نے لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ مولانا نے کوئی اور بھی حج کیا ہو جو مجھے یاد نہیں۔ مولانا انتہائی ذکی، انتہائی مدبر، ظریف اور خوش مزاج تھے۔ لیکن منکرات پر بہت زیادہ غصہ آجاتا جو بسا اوقات سخت کلامی تک پہنچ جاتا۔ اول حضرت اقدس مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت کی تھی، وہ اوپر ذکر ہوا۔ حضرت اقدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مہاجر مدنی سے رجوع کیا اور حضرت ہی سے خلافت اور اجازت بیعت سلوک ملی۔ حضرت اقدس سہارنپوریؒ کے وصال کے بعد مرشد اوّل کی سوانحعمری کی طرح مرشد ثانی کی سوانح بھی "تذکرۃ الخلیل" تصنیف فرمائی۔ جس میں حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ، حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائے پوری، حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ انبہوڑی، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کاندھلوی

کے مختصر حالات بھی ذکر فرمائے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد تصانیف و تراجم مولانا کی تصانیف میں مشہور و معروف ہیں۔

یکم رمضان ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۵ راگست سن انیس سو اکتالیس (۱۹۴۱ء) دوشنبہ کی صبح کو چھ بجے وصال ہوا۔ چار بجے شام کو مکان کے قریب ہی اپنے خاندانی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ حادثہ کے وقت بھی ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ ایک سفر سے سہارنپور واپس تشریف لائے اور اس ناکارہ زکریا سے ارشاد فرمایا کہ حضرت میرٹھی کی شدتِ علالت کی خبریں سنی جارہی ہیں۔ خیال یہ ہے کہ رائے پور جانے سے پہلے حضرت میرٹھی کی عیادت بھی کرتا جاؤں۔ بشرطیکہ آپ بھی ساتھ ہوں۔ میں نے قبول کر لیا اور قرار پایا کہ اتوار کے دن جاکر دیوبند حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں قیام کیا جائے اور پیر کی صبح کو میرٹھ روانگی ہو۔ چنانچہ اتوار کو دیوبند حاضری ہوئی اور پیر کی صبح کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے جب میرٹھ جانے کی اجازت چاہی تو حضرت مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آج عقیقہ[1] ہے، بکرے ابھی ذبح کرتا ہوں اس کا گوشت کھا کر جائیں۔ لیکن مولانا میرٹھی کی کرامت ہو یا حضرات رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی کہ حضرت سے اجازت لے کر میرٹھ روانگی ہوگئی۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ چھ بجے مولانا کا انتقال ہو چکا ہے اور دو تار سہارنپور پہلا حادثہ کی اطلاع کا اور دوسرا جنازہ کی نماز میں انتظار کا سہارنپور جا چکے ہیں اور حادثہ کی اطلاع کا تار دیوبند حضرت مدنی رح کی خدمت میں بھی جا چکا ہے اور حضرت میرٹھی کی وصیت کے موافق جنازہ کی نماز میں اس ناکارہ کا انتظار تھا۔ جنازہ تیار تھا اور مکان سے متصل مسجد میں رکھا ہوا تھا اور زائرین کا ہجوم ہو رہا تھا۔ اس وقت حضرت اقدس مولانا مدنی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تعمیلِ ارشاد نہ ہونے کی ندامت بھی جاتی رہی۔ بعد میں حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے بھی جانے کی تصویب فرمائی۔

---

[1] یہ عقیقہ عزیزم الحاج مولوی حافظ ارشد سلمہٗ کا تھا۔ ۱۲ ز

حضرت میرٹھی نور اللہ مرقدہٗ کی تصانیف بھی متعدد ہیں جو عام فہم ہونے کے علاوہ بہت زیادہ دینی حیثیت سے مفید ہیں۔ مگر افسوس کہ وہ سب نایاب ہوگئیں۔ یہ رسالہ ارشاد الملوک بھی حضرت میرٹھی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تصنیف ہے۔ اللہ جل شانہٗ پڑھنے والوں کو اس سے ممتع فرمائے اور حضرت میرٹھی نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے مُرشدِ اعظم قطب العالم حضرت مولانا گنگوہیؒ، جن کی کتاب امداد السلوک کا یہ ترجمہ ہے اور اصل رسالہ مکیہ کے مصنّف نور اللہ مرقدہٗ تینوں حضرات کی ارواح مقدسہ کو پڑھنے والوں کے پڑھنے کا ثواب عطا فرمائے اور ان ارواح پر اللہ تعالےٰ کی بہت بہت رحمتیں نازل ہوں کہ سالکین کے لئے اصل کتاب اور اس کا ترجمہ بہت ہی نافع ہے۔ اللہ یوفقنا لما یحب ویرضیٰ۔

تعارف اِمداد السّلوک

یہ کتاب جو رسالہ مکیہ کی چند فصولی کا فارسی ترجمہ ہے۔ قطب عالم قطب ارشاد حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی تالیف ہے۔ حضرت قدس سرہٗ کے مفصل حالات حضرت کی سوانح "تذکرۃ الرشید" میں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ نے بہت بسط و تفصیل کے ساتھ دو جلدوں میں شائع فرمائی ہیں اور اس کی تیسری جلد مکاتیب رشیدیہ کے نام سے ان خطوط کا مجموعہ ہے جو حضرت گنگوہیؒ نے اپنے پیر و مُرشد کو یا حضرت نے اپنے مریدین کو تحریر فرمائے۔ یہ خطوط بہت ہی اہم ذخیرہ ہے اور "تذکرۃ الرشید" میں حضرت قدس سرہٗ کے حالات بہت ہی تفصیل سے لکھے گئے ہیں جس کو تفصیل دیکھنی ہو تذکرۃ الرشید کو دیکھیں اور یہ ناکارہ بھی حضرت اقدس گنگوہیؒ کے مختصر حالات اپنی کتاب اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالکؒ کے مقدمہ میں اور لامع الدراری علی جامع البخاری میں بزبان عربی لکھ چکا ہے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت اقدس مولانا الحاج رشید احمد ابن مولانا ہدایت احمد

ابن القاضی پیر بخش الایوبی الانصاری کی ولادت چھ ذیقعدہ ۱۲۸۴ھ دوشنبہ کے دن گنگوہ میں ہوئی۔ حضرت قدس سرہٗ کے والد ماجد کا انتقال ۱۳۵۲ھ میں ہوا جب کہ حضرت قدس سرہٗ کی عمر شریف سات برس کی تھی۔ حضرت کے والد ماجد مولانا ہدایت احمد صاحب اکابر علماء میں تھے اور جامع شریعت و طریقت تھے اور حضرت شاہ غلام علی صاحب مجددی نقشبندی کے خلفاء میں تھے۔ حضرت قدس سرہٗ نے ابتدائی کتب فارسیہ اپنے بڑے بھائی مولانا عنایت احمد صاحب سے پڑھیں اور کچھ اپنے ماموں حضرت مولانا محمد تقی صاحب سے پڑھیں اور عربی کی ابتدائی کتابیں قصبہ رامپور ضلع سہارن پور میں پڑھیں۔ اس کے بعد تکمیل علوم عربیہ کے لئے ۱۳۶۱ھ میں جب کہ آپ کی عمر شریف سترہ برس کی تھی دہلی تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت ہدایۃ النحو وغیرہ پڑھتے تھے۔ وہاں کے قیام میں بعض متفرق اساتذہ سے کتابیں پڑھیں اور علوم عربیہ کا زیادہ حصہ استاد الکل حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ سے جو اس وقت دہلی کے مشہور مدرسہ عربک کالج میں ملازم تھے پڑھا۔ حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہٗ قاضی، صدرا شمس بازغہ وغیرہ اپنے استاد الکل حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی کے سامنے ایسا پڑھتے تھے جیسا کہ حافظ قرآن پڑھتا ہے۔ معقول کی بعض کتابیں العلامۃ الشہیر مفتی صدرالدین صاحب سے بھی پڑھیں اور حدیث شریف کی جملہ کتب بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی نقشبندی سے ایسے انہماک اور مشغولی کے ساتھ پڑھے ہیں کہ کھانا پینا اور سونے کی جملہ ضروریات میں صرف سات گھنٹہ خرچ ہوتے تھے اور جملہ علوم و فنون سے فراغت کے بعد جب کہ حضرت قدس سرہٗ کی عمر شریف اکیس سال کی تھی اپنے وطن گنگوہ تشریف لاکر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور مختلف علوم نحو، معانی، فقہ، تفسیر اور حدیث کی تدریس میں ہمہ وقت اشتغال رہتا تھا۔ ۱۳۰۰ھ کے ختم تک یہ سلسلہ رہا اور ۱۳۰۱ھ سے صرف حدیث پاک کی تدریس کا مشغلہ رہ گیا اور بنفس نفیس تنہا صحاح ستہ کی جملہ کتب خود پڑھاتے۔ شوال میں دورہ حدیث شریف کا سبق شروع ہوتا اور شعبان میں جملہ کتب حدیث کی تعلیم پوری فرما دیتے اور اپنی

تعلیم سے فراغت کے بعد دہلی سے واپسی پر جب کہ حضرت گنگوہ میں درس و تدریس میں مشغول تھے۔ غالباً ۱۲۶۶ھ میں ایک ضرورت سے تھانہ بھون جانا ہوا اور وہاں قطب العالم، سلطان العارفین، شیخ المشائخ حضرت الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ واعلی اللہ مراتبہ سے حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر بیعت کی نوبت آئی جس کی تفصیل تذکرۃ الرشید میں وضاحت سے موجود ہے۔ یہ تھانہ بھون کی حاضری ایک دو روز کے قیام کے ارادے سے تھی لیکن اللہ جلّ شانہ کو اپنے لطف و کرم سے سلوک کا مرتبہ عالیہ بھی موقعہ پر عطا فرمانا تھا اس لئے امروز و فردا میں چالیس روز قیام ہو گیا اور اعلیٰ حضرت مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ سے خلافت و اجازت بیعت لے کر جو بیعت سے ساتویں ہی دن مل گئی تھی جس کی تفصیل قابل دید تذکرۃ الرشید جلد اوّل میں ہے گنگوہ واپس تشریف لے آئے۔ اس نا کارہ سے تعلق رکھنے والوں کو تذکرۃ الخلیل اور تذکرۃ الرشید کا مطالعہ بہت اہتمام سے کرنا چاہیئے۔ دونوں کتابیں بہت اہم ہیں۔

تذکرۃ الرشید حصّہ دوم میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے امتحان لینے کا ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تھانہ بھون کے چالیس روز قیام اور اس چلّہ میں آپ کا امتحان بھی لیا گیا جس کے متعلق حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تھانہ بھون میں مجھ کو رہتے ہوئے چند روز گزرے تو میری غیرت نے اعلیٰ حضرت پر کھانے کا بار ڈالنا گوارہ نہ کیا۔ آخر میں نے یہ سوچ کر کہ دوسری جگہ انتظام کرنا دشوار بھی ہے اور ناگوار بھی، رخصت چاہی۔ حضرت نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ابھی چند روز ٹھہرو۔ میں خاموش ہو گیا۔ قیام کا قصد تو کر لیا مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فکر ہوا کہ کھانے کا انتظام کسی دوسری جگہ کرنا چاہیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اعلیٰ حضرت مکان پر تشریف لے جانے لگے تو میرے وسوسہ پر مطلع فرما کر فرمانے لگے کہ "میاں رشید احمد کھانے کی فکر مت کرنا ہمارے ساتھ کھائیو" دوپہر کو کھانا مکان سے آیا تو ایک پیالہ میں کوفتے تھے نہایت لذیذ اور دوسرے پیالے میں معمولی سالن تھا۔ اعلیٰحضرت

نے مجھے دسترخوان پر بٹھالیا۔ مگر کوفتوں کا پیالہ مجھ سے علیحدہ اپنی طرف رکھا اور معمولی سالن کا پیالہ میرے قریب سرکا دیا۔ میں اپنے حضرت کے ساتھ کھانا کھانے لگا۔ اتنے میں حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ تشریف لائے کوفتوں کا پیالہ مجھ سے دُور رکھا ہُوا دیکھ کر اعلیٰحضرت سے فرمایا۔ بھائی صاحب رشید احمد کو اتنی دُور ہاتھ بڑھانے میں تکلیف ہوتی ہے، اس پیالہ کو ادھر کیوں نہیں رکھ لیتے۔ اعلیٰحضرت نے بے ساختہ جواب دیا۔ اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنے ساتھ کھلا رہا ہوں جی تو یوں چاہتا تھا کہ چوڑھوں چماروں کی طرح الگ ہاتھ پر روٹی رکھ دیتا۔ اس فقرہ پر اعلیٰحضرت نے میرے چہرے پر نظر ڈالی کہ کچھ تغیر تو نہیں آیا۔ مگر الحمدللہ میرے قلب پر بھی اس کا کچھ اثر نہ تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ حقیقت میں جو کچھ حضرت فرما رہے ہیں بالکل سچ ہے۔ اس دربار سے روٹی ہی کا ملنا کیا تھوڑی نعمت ہے۔ جس طرح بھی ملے بندہ نوازی ہے۔ اس کے بعد حضرت نے پھر کبھی میرا امتحان نہیں لیا۔ اس کے بعد فرمایا "اسی لئے مجھے کچھ آیا نہیں"۔ اھ (بلفظہٖ) الغرض حضرت قدس سرہٗ تھانہ بھون سے خلعت خلافت کے ساتھ گنگوہ واپس تشریف لے آئے اور مستقل قیام گنگوہ ہی فرمایا جس میں درس و تدریس و افتاء اور طالبین کے سلوک کی تکمیل دن رات کا مشغلہ تھا اور سینکڑوں نے علوم ظاہریہ و باطنیہ میں حضرت سے استفادہ کیا۔

مکتوب حضرت گنگوہی قدس سرہٗ

حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے ایک عریضہ میں جو اپنے شیخ و مُرشد حاجی صاحبؒ کے اس والہ نامہ کے جواب میں جس میں حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت گنگوہیؒ کے حالات دریافت کئے تھے لکھا ہے اور مکاتیب رشیدیہ میں طبع بھی ہوگیا ہے بعینہٖ نقل کرتا ہوں۔ حضرت گنگوہیؒ تحریر فرماتے ہیں :۔

"حضور نے جو بندۂ نالائق کے حالات سے استفسار فرمایا ہے۔ میرے ماوائے دارین اس ناکس کے کیا حالات اور کس درجہ کی کوئی خُوبی ہے جو آفتابِ کمالات کے روبرو عرض کروں۔ بخدا سخت شرمندہ ہوں کچھ نہیں ہوں مگر جو ارشادِ حضرت ہے تو

کیا کروں ؟ بناچاری کچھ لکھنا پڑتا ہے۔ حضرت مرشدِ من علم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دُور ہوئے غالباً عرصہ سات سال سے کچھ زیادہ ہُوا ہے اس سال تک دوسو سے چند عدد زیادہ آدمی سندِ حدیث حاصل کر کے گئے اور اکثر ان میں سے وہ ہیں کہ انھوں نے درس جاری کیا اور سُنت کے احیاء میں سرگرم ہُوئے اور اشاعتِ دین ان سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں اگر قبول ہو جائے اور حضرت کے اقدامِ نعلین کی حاضری کے ثمرہ کا یہ خلاصہ ہے کہ جذر قلب میں غیرِ حق تعالےٰ سے نفع وضرر کا التفات نہیں۔ واللہ بعض اوقات اپنے مشائخ کی طرف سے علیحدگی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کسی کے مدح وذم کی پرواہ نہیں رہی اور ذام و مادح کو دُور جانتا ہوں اور معصیت کی طبعاً نفرت اور اطاعت کی طبعاً رغبت پیدا ہو گئی ہے اور یہ اثر اسی نسبتِ یادداشتِ بے رنگ کا ہے جو مشکوٰۃِ انوارِ حضرت سے پہنچا ہے۔ پس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے۔ یا اللہ! معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہُوا ہے جھُوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں تیرا ہی ظل ہے تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں اور وہ جو میں ہے وہ تُو ہے اور میں او تُو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ! استغفر اللہ! استغفر اللہ! لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ۔ اب عرض سے معذور فرما کر قبول فرمائیں۔

والسلام ۱۳۰۶ھ

یہ عریضہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا اپنے شیخ ومُرشد کے نام ۱۳۰۶ھ کا ہے اور ۱۳۲۳ھ میں حضرت کا وصال ہے۔ ان سترہ سالوں میں کہاں تک پہنچے ہوں گے اس کا معمولی سا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس سہارنپوری مہاجر مدنی ؒ، حضرت اقدس شیخ الہند ؒ دیوبندی اور قطب الاتقیاء حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری ؒ اور شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مراقدہم کے علاوہ جن کی تعداد تیس تک پہنچتی ہے۔ اور تذکرۃ الرشید میں ان کے اجمالی حالات موجود ہیں اور بہت سے حضرات حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے مجازین اور مریدین میں ہیں اور حضرت اقدس مولانا الحاج

محمد الیاس صاحبؒ بانی تبلیغ نظام الدین، حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہٗ کے مریدین میں اور حضرت کے خلیفہ اوّل یعنی حضرت سہارنپوریؒ کے خلفاء میں ہیں۔

حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہٗ کے یہاں تعلیم ظاہری و باطنی کا سلسلہ آخر ۱۳۱۳ھ تک رہا اور ۱۴ھ کے شروع میں چونکہ نزول آب ہوگیا تھا اس لئے علوم ظاہریہ کے اشتغال کے اوقات بھی تصفیہ قلوب اور تزکیہ نفوس میں صرف ہونے لگے اور آٹھ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ جمعہ کے دن جمعہ کی اذان کے وقت اس عالم سفلی کو الوداع فرمایا۔ اللہ تعالےٰ جلّ شانہٗ کے انعامات میں درجہ شہادت بھی عطا فرمانا تھا اس لئے ایک نہایت زہریلے اور بہت بڑے سانپ کے ڈسنے سے جس نے تہجد کی نماز میں قدم بوسی کی تمنا میں پائے مبارک کو ڈسا اور حضرت قدس سرہٗ کو نماز کے استغراق میں پتہ بھی نہیں چلا جب صبح کی نماز کے لئے غایت اِسفار میں مسجد میں تشریف لائے تو خدام نے دیکھا کہ پائے مبارک اور پائچہ سب خون آلود ہے۔ تب حضرت کو خبر ہوئی اور مات لدیغاً کا مرتبۂ شہادت بھی حاصل ہُوا۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ کی بارہویں یا تیرہویں شب میں ڈسنے کا قصہ پیش آیا اور باختلاف روایت ۸ر یا ۹ر جمادی الثانیہ کو وصال ہُوا۔ بعض حضرات کا سحر کا بھی خیال تھا۔ جیسا کہ اس سے پہلے ہوچکا تھا، اس لئے ہر نوع کے علاج معالجات کئے گئے مگر اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَاءَ لَا یُؤَخَّرُ اِعْلَمْ اللّٰہُمَّ مَرَاتِبَہٗ وَ لَقِّنَّا اللّٰہُمَّ مَرْقَدَہٗ وَ رَزِّقْنَا مِنْ اِتِّبَاعِہٖ جُرْعَۃً وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

حضرت اقدس مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز نے "امداد السلوک" کے شروع میں ایک خطبہ اور تمہید بھی تحریر فرمائی تھی جس کو حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ میرٹھی نے اختصاراً شروع میں تحریر نہیں فرمایا۔ ترجمہ کے خاتمہ پر مختصر ذکر اس کا التماس از مترجم کے ذیل میں فرمایا ہے۔ اس نابکار نے استبرا کا اس دیباچہ کو مع اُردو ترجمہ کے شروع میں ذکر کیا ہے جو عنقریب آرہا ہے۔

وما توفیقی اِلّا باللّٰہ۔

تعارف رسالہ مکیہ

جس کی چند فصلوں کا ترجمہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے امداد السلوک کے نام سے کیا ہے۔ یہ شیخ المشائخ قدوۃ العارفین مرجع الخلائق شیخ قطب الدین قدس سرہٗ کی تالیف ہے۔ لیکن افسوس کہ اس ناکارہ کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے تفصیلی حالات اب تک نہ مل سکے۔ کشف الظنون میں اس طرح لکھا ہے: الرسالۃ المکیۃ للشیخ الامام قطب الدین عبد اللہ بن محمد بن ایمن الاصفہیدی۔ اور شرح فارسی میں جس کا ذکر عنقریب آرہا ہے، لکھا ہے کہ رسالہ مکیہ تصنیف ملک المشائخ والاولیاء بدر الزہاد و الاتقیاء شیخ قطب الدین دمشقی نور اللہ مرقدہٗ و برد مضجعہ شرح مذکور میں رسالہ مکیہ کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ اما بعد فقد الفت ھذا التالیف فی مکۃ شرفھا اللہ تعالیٰ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ "رسالہ مکیہ" کے نام سے اس لئے مشہور ہوا کہ مکہ مکرمہ میں اس کی ابتداءً تالیف ہوئی ہے۔ اس کے بعد شرح مذکور میں یہ عبارت ہے۔ ثم استدرکتہ بمدینۃ دمشق ونزدت فیہ فوائد۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل تالیف مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی اور اس پر نظر ثانی اور اضافے دمشق میں واپس آکر ہوئے۔

اس رسالہ کے نسخے بھی معروف کتب خانوں میں نہیں ملے۔ البتہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے کتب خانہ میں اس کے دو نسخے موجود ہیں، ان میں سے ایک نسخہ کے ختم پر کاتب نے مصنف کا نام شیخ قطب الدین الدمشقی السہروردی الکبراوی لکھا ہے۔ شیخ قطب الدین کے زمانہ میں ایک مشہور بزرگ حضرت جلال الدین بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت متوفی ۷۸۵ھ گزرے ہیں، اُن کے یہاں رسالہ مکیہ کی تعلیم کا بہت زور تھا۔ ان کے ملفوظات بھی ملفوظ المخدوم کے نام سے ایک صاحب نے جمع کئے ہیں جس کا ترجمہ الدر المنظوم کے نام سے مطبع انصاری دہلی میں ۱۳۰۹ھ میں چھپا تھا۔ اس میں بھی رسالہ مکیہ کا کئی جگہ ذکر ہے اور مخدوم صاحب کے ملفوظات میں یہ بھی ہے کہ یہ رسالہ خود مصنف نے مجھے دیا ہے۔ نیز ان کے ملفوظات

میں یہ بھی ہے کہ جس وقت شیخ مکہ عبداللہ یافعی اور شیخ مدینہ عبداللہ مظہری نے وفات پائی تو اپنے فرزندوں کو وصیت کی کہ تم شیخ قطب الدین دمشقی صاحب رسالہ مکیہ کے پاس جاؤ اور اُن سے سلوک سیکھو۔ مخدوم صاحب کے ملفوظات میں رسالہ مکیہ کی مضامین بھی کثرت سے نقل کئے گئے ہیں۔ ایک دوسرے ملفوظ میں لکھا ہے کہ "جب مخدوم صاحب رسالہ مکیہ کا سبق پڑھا رہے تھے فرمایا کہ یہ ایک عمدہ رسالہ ہے۔ مکہ مکرمہ میں اس رسالہ کو شیخ مکہ عبداللہ یافعی کے روبرو درویشانِ طالب پڑھتے تھے دُعاگو سامع تھا۔ کاغذ کے دام نہ تھے کہ اس کو لکھتا۔ اس وقت وہ سُننا کام آتا۔ شیخ قطب الدین دمشقی نے جس وقت اس رسالہ کو تمام کیا تو آنے والوں کے ساتھ دُعاگو کے پاس بھیج دیا"۔ کشف الظنون میں شیخ قطب الدین کا سنِ وفات نہیں لکھا ہے۔ البتہ سوانح مخدوم جہانیاں جہاں گشت میں لکھا ہے کہ مخدوم صاحب کا بیان ہے کہ قطب الدین دمشقی کا وصال ۷۸۰ھ میں ہُوا۔

شرح فارسی

جس کا ذکر رسالہ مکیہ کے ذیل میں آچکا ہے۔ یہ رسالہ مکیہ کی فارسی قلمی شرح ہے جو مظاہر علوم کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ بڑی تقطیع کے آٹھ سو چوبیس ۸۲۴ صفحات پر آئی ہے جو شیخ سعد بن بڈھن ابن شیخ محمد ساکن خیر آباد کی تالیف ہے۔ جیسا کہ اس شرح کے اول و آخر میں لکھا ہے، یہ اپنے زمانے کے اولیاء کاملین میں ہیں اور نزہتہ الخواطر صد ۸ میں ان کا مختصر ترجمہ بایں الفاظ لکھا ہے: الشیخ العالم الکبیر العلامۃ سعد الدین ابن القاضی بڈھن ابن الشیخ محمد القدوائی الاناحی ثم الخیر آبادی احد العلماء المبرزین فی النحو والعربیہ والفقہ والاصول والتصوف۔ ان کے والد خیر آباد کے قاضی تھے۔ ان کی ابتداء عمر میں اُن کا انتقال ہوگیا اس لئے اپنی والدہ کی آغوش اور تربیت میں پرورش پائی اور حفظ قرآن اور علوم ظاہریہ کے فراغ کے بعد علم سلوک و طریقت شیخ شاہ مینا لکھنوی سے حاصل کیا اور بیس سال تک ان کی خدمت میں رہے اور اپنے شیخ کے وصال کے بعد مدت تک

لکھنؤ میں ان کی جگہ تلقین و افادہ میں مشغول رہے۔ اس کے بعد خیر آباد منتقل ہو گئے اور وہاں ایک بہت بڑی خانقاہ قائم فرمائی۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے پانچ کے نام نزہتہ میں ذکر کئے ہیں۔ شرح برزوی، شرح حسامی، شرح کافیہ، شرح مصباح شرح رسالہ مکیہ۔ اس شرح میں اپنے پیر شیخ مینا کے اقوال بھی بہت کثرت سے نقل کئے ہیں۔ ان کی وفات ۸۸۲ھ میں ہوئی۔

ان کے شیخ طریقت شیخ مینا کا ترجمہ بھی نزہتہ الخواطر میں تفصیل سے لکھا ہے اور اُن کے بڑے بڑے مجاہدات کا ذکر کیا ہے جن کو سُن کر بڑی حیرت ہوتی ہے۔ صائم الدہر، قائم اللیل اپنے ستانے والوں کو دُعائیں دیتے۔ ان کا انتقال ۲۳ ذیقعدہ ۸۶۳ھ یا اس کے کچھ بعد ہُوا، مختلف اقوال لکھے ہیں۔ شرح فارسی میں اپنی شرح کا نام "مجمع السلوک والفوائد" لکھا ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت جنید قدس سرہٗ سے کسی نے پوچھا کہ مرید کو شیخ کے ملفوظات اور حکایات سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تقویتِ دل اور مجاہدات پر ثبات قدمی اور مشائخ سے جو طلب کا عہد کیا تھا اس کی تجدید۔ عرض کیا گیا کہ کیا قرآن پاک سے اس کی کوئی دلیل ہے؟ فرمایا کہ ہاں! وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ۔ اور اکابر کا ارشاد ہے کہ مشائخ کے کلمات اللہ تعالےٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں یعنی اگر شیطان طلب اور مجاہدہ کے زمانے میں کوئی شک و شبہ ڈالے تو مشائخ کے کلمات کو اہتمام سے دیکھے تاکہ اس کو گمراہ کرنے کا موقع نہ ملے اور وساوس شیطانی سے خلاصی نصیب ہو۔

حالات حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید نوّر اللہ مرقدہٗ و برّد مضجعہٗ

جن کے حکم سے رسالہ امداد السلوک کی تالیف ہوئی ہے جیسا کہ "امداد السلوک" کے دیباچہ میں آرہا ہے اور انہی کی سفارش پر حضرت قطب عالم گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی

بیعت اعلیٰحضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ سے ہوئی تھی جس کی تفصیل "تذکرۃ الرشید" جلد اول میں حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے سلوک و تحصیل طریقت کے عنوان میں مذکور ہے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے پیر بھائی اور شیخ المشائخ حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء میں تھے۔ بڑے خدا رسیدہ صاحب کشف و کرامات اور نہایت ظریف الطبع تھے۔ آپ کا وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء کے معرکہ میں حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین وغیرہ اکابر کے ساتھ جہاد میں شریک تھے بلکہ پیش روؤں میں تھے۔ اسی معرکہ میں حضرت حافظ صاحبؒ کی شہادت ہوئی جس کے متعلق تذکرۃ الرشید جلد اوّل میں لکھا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو خادمانہ و مریدانہ تعلق پر اعلیٰ حضرت کے ساتھ تو جو کچھ وابستگی تھی وہ تھی ہی مگر چچا پیر حضرت حافظ ضامن صاحب کے ساتھ بھی نہایت ہی درجہ مخلصانہ انس تھا اور حضرت حافظ صاحب بھی مولانا کے گویا جانداده عاشق تھے۔ اسی گھمسان میدان میں مولانا کو پاس بلایا اور فرمایا۔ میاں رشید میرا دم نکلے تو تم میرے پاس ضرور ہونا" تھوڑی دیر گزری تھی کہ حافظ صاحب دھم سے زمین پر گرے۔ معلوم ہوا کہ گولی کاری لگی ہے اور خون کا فوارہ بہنا شروع ہوا۔ حافظ صاحب کا زخم سے چور ہو کر گرنا تھا اور حضرت امام ربانی کا لپک کر تڑپتی نعش کا کاندھے پر اٹھانا قریب کی مسجد میں لائے اور حضرت کا سر اپنے زانو پر رکھ کر تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے۔

دیکھنے والوں سے سنا ہے کہ حضرت مولانا کی اس مردانگی پر تعجب تھا کہ کس اطمینان کے ساتھ سنسان مسجد میں تنہا بیٹھے ہوئے اپنے نور دیدہ چچا کے سفر آخرت کا سماں دیکھ رہے ہیں اور اپنے عاشق محبوب کی نزع کا آخری وقت نظارہ کر رہے تھے۔ آنکھوں میں آنسو تھے اور زبان پر کلام اللہ۔ یہاں تک کہ حافظ صاحبؒ کا آپ کے زانو پر سر رکھے رکھے وصال ہو گیا اور حضرت مولانا چچا کی وصیت کو پورا کرنے کے باعث مسرور ہو کر باطمینان اٹھ کھڑے ہوئے۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت حافظ صاحب شہیدؒ

کی تمامی نسبت حضرت قدس سرہٗ کی طرف منتقل ہوئی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اللہ اللہ جس بزرگ نے دس برس ہوئے اعلیٰحضرت سے سفارش کر کے حضرت مولانا کو بیعت کرایا اور اعانت کے ایک کلمۃ الخیر سے ہمدردی ظاہر فرمائی تھی وہ قدسی نفس مرید آخری وقت میں اس آخری خدمت کو انجام دینے کے لئے قدرت کی طرف سے تجویز ہوا تھا۔ جس میں کوئی پاس تھا نہ قریب، یگانہ تھا نہ بیگانہ۔ آخر جب مفسدوں کی معرکہ آرائی سے پیچھا چھوٹا تو حضرت اپنے شہید وفادار وحانی مربی کی نعش کو کاندھے پر لے کر اُٹھے اور چارپائی پر لٹا کر یکے بعد دیگرے تھانہ بھون میں بسمت مغرب زمین کی گود کے حوالے کیا۔ حضرت حافظ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سر مبارک پر شہادت کے وقت جو دستار مبارک تھی اس کے متعلق عزیزی مولوی مجتبیٰ رامپوری حال مقیم کراچی لکھتے ہیں۔ میرے پاس جو تبرکات ہیں اُن میں دستار مبارک پر تاریخ شہادت ۲۴ محرم الحرام ۱۲۷۴ھ یوم دوشنبہ قلمی لکھی ہوئی ہے فقط۔ عزیزم مولوی مجتبیٰ، حضرت مولانا احمد صاحب رامپوری بن حضرت مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ حکیم صاحب نور اللہ مرقدہٗ حضرت حافظ صاحب کے خادم خاص اور خلیفہ مجاز تھے۔ اسی تعلق سے غالباً یہ دستار مبارک ان تک پہنچی۔ حضرت حافظ صاحب بہت ہی صاحب کشف و کرامات تھے۔ ان کی متعدد حکایات ارواح ثلثہ میں مذکور ہیں جن کو یہ ناکارہ یہاں نقل کرتا ہے۔

حکایت فرمایا[1] کہ جب کوئی حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے پاس آتا تو فرماتے کہ دیکھ بھائی اگر تجھے کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو وہ (مولانا شیخ محمد کی طرف اشارہ کر کے) بیٹھے ہیں مولوی صاحب اُن سے پوچھ لے اور اگر تجھے مرید ہونا ہے تو وہ (حضرت حاجی صاحب کی طرف اشارہ کر کے) بیٹھے ہیں حاجی صاحب ان سے مرید ہو جا اور اگر حُقّہ پینا ہے تو یاروں کے پاس بیٹھ جا۔ از زکریا عفی عنہ۔ اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ کے یہاں ہر وقت حُقّہ بازی ہی کا مشغلہ رہتا تھا۔ بلکہ بہت سے اکابر کے یہاں مہمان نوازی کے سلسلے میں حُقّہ کا

---

[1] یعنی حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے۔ ۱۲

خاص اہتمام رہتا ہے اس وجہ سے حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے یہاں اس کا خاص اہتمام رہتا ہوگا اور بضرورت کسی وقت خود بھی نوش فرمالیتے ہوں گے۔

حکایت نمبر۲ فرمایا کہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے اگر کوئی آکر کہتا کہ حضرت میں نے اپنے لڑکے کو حفظ شروع کرادیا ہے۔ دُعا فرمادیجئے تو فرماتے کہ ارے بھائی کیوں جنم روگ لگایا؟ یہ تنبیہ ہے اس پر کہ عمر بھر اس کی حفاظت واجب ہوگی۔ اگر اس کی امید نہ ہو تو ناظرہ ہی پڑھاؤ اور حفظ سے روکن نہیں ہے، مگر پیرایہ ظرافت کا ہے باعتبار مذاق مخاطب کے کہیں آخیر میں وہ اس کو مصیبت نہ سمجھنے لگے۔

حکایت نمبر۳ فرمایا کہ ایک صاحب کشف حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ فاتحہ کسی مُردہ پر پڑھو، یہاں زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو یہ کیا بات ہے؟ تب لوگوں نے بتلایا کہ یہ شہید ہیں۔

حکایت نمبر۴ فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنے مُرشد حضرت میاں جیو کے ہمراہ اُن کا جُوتا بغل میں لے کر اور توبرہ گردن میں ڈال کر جھنجھانہ جاتے تھے اور ان کے صاحبزادے کی سسرال بھی وہیں تھی لوگوں نے عرض کیا کہ اس حالت میں جانا مناسب نہیں۔ وہ لوگ حقیر سمجھ کر کہیں رشتہ نہ توڑ ڈالیں۔ حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ رشتہ کی ایسی تیسی میں جائے، میں اپنی سعادت ہرگز نہ چھوڑوں گا۔

حکایت نمبر۵ فرمایا کہ ایک نوجوان حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں آنے لگا تھا۔ حضرت کی برکت سے اس کی کچھ حالت بدلنے لگی۔ اس کے باپ نے حافظ صاحبؒ سے شکایت کی کہ جب سے لڑکا آپ کے پاس آنے لگا ہے بگڑ گیا۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے جوش میں فرمایا کہ

ہم کو تو بگاڑنا ہی آتا ہے۔ ہمیں بھی تو کسی نے بگاڑا ہی ہے۔ ہم کسی کو بلاتے تھوڑا ہی ہیں جس کو سنورنا ہو تو وہ ہمارے پاس نہ آئے ہمیں تو بگاڑنا ہی آتا ہے۔

حکایت نمبر ۶ فرمایا کہ حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی درخواست پر حضرت میاں جیو قدس سرہٗ نے بیعت سے اوّل انکار کر دیا تھا مگر یہ برابر خدمت میں حاضر ہوتے رہتے اصرار مطلق نہیں کیا۔ جب تقریباً دو تین مہینے آتے جاتے گزر گئے تو ایک دن حضرت میاں جیوؒ نے حافظ صاحبؒ سے پوچھا کہ کیا اب بھی وہی خیال ہے؟ حافظ صاحبؒ نے عرض کیا کہ میں تو اسی خیال سے حاضر ہوتا ہوں۔ مگر خلاف ادب ہونے کے سبب اصرار بھی نہیں کرتا۔ اس پر حضرت نے خوش ہو کر فرمایا کہ اچھا وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھ آؤ۔ پھر حضرت نے سلسلہ میں داخل فرمالیا۔

(حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی بیعت کے متعلق تفصیلی مضمون مولانا الحاج علی میاں کے مکتوب میں آرہا ہے)۔

حضرت قطب عالم گنگوہی قدس سرہٗ کی مجلس میں بھی حضرت حافظ صاحب شہید نور اللہ مرقدہٗ کے تذکرے اکثر رہتے تھے جن میں سے بعض کو تذکرۃ الرشید میں ذکر کیا ہے۔ تذکرہ حصہ دوم میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن صاحب شہیدؒ سپاہی منش اور نہایت خوش مزاج آدمی تھے۔ مجھ سے کمال الفت کرتے تھے ایک دفعہ جب وہ گنگوہ میں تشریف فرما تھے تو ایک شخص نے ان کی دعوت کی وہ لکڑ ہارا تھا آپ نے قبول فرمالی۔ کچھ دیر بعد حافظ محمد ابراہیم[1] صاحب ڈپٹی کلکٹر مال کے والد نے بھی التجاء ضیافت کی چنانچہ وہ بھی قبول کر لی۔ ایک شخص نے کہا کہ حضرت وہ پہلا ناراض ہوگا۔ تو حضرت حافظ صاحبؒ نے مکّہ بنا کر فرمایا کہ ہم اس کا منہ توڑ دیں گے اور کہا کہ وہ لاوے گا کیا، پانچ چھ روٹیاں اور پیالہ بھر دال، سو یہ اتنے آدمیوں کو کافی نہ ہوگا۔ ہم اس کا لایا ہُوا بھی رکھ لیں گے اور دوسرے کا لایا ہُوا بھی اور پھر کھاویں گے۔ چنانچہ وہ لکڑہارا آیا تو پانچ چھ روٹیاں جَو کی لایا اور ایک لوٹے میں سیر بھر کے قریب دودھ۔ حضرت

---

[1] داماد حضرت قطب عالم گنگوہی قدس سرہٗ، اور حضرت ہی سے حدیث پڑھی۔ ۱۲ ز

حافظ صاحب نے اُس کو رکھ لیا اور لکڑ ہارے کو رُخصت کر دیا۔ جب دوسرے شخص بھی کھانا لے آئے تو آپ نے پہلا کھانا بھی نکلوایا اور سب کو ملا کر کھایا۔

حضرت حافظ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کوئی مفصل سوانح عمری اس ناکارہ کی نظر سے نہیں گزری۔ لیکن متفرق حالات حضرت اقدس گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ وغیرہ اکابر کی سوانحوں میں ملتے ہیں۔ البتہ حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ کے خادم خاص اور مجاز حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری نے ایک رسالہ "مونس یاراں" کے نام سے تحریر فرمایا تھا جو سُنا ہے کہ مکہ مکرمہ کے مدرسہ صولتیہ میں محفوظ ہے۔ اس کے کچھ اقتباسات کچھ حجاج کرام مکہ مکرمہ سے نقل کر کے لاتے رہے اور مختلف رسائل میں طبع ہوتے رہے۔ میری درخواست پر مولانا الحاج ابوالحسن علی میاں نے اپنے ایک خط میں رسالہ تذکرہ دیوبند نومبر ۱۹۶۱ء سے نقل کرا کر بھیجے ہیں جو بعینہٖ نقل کرتا ہوں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری آپ کے اخلاق و عادات کے متعلق مونس یاراں میں لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالےٰ نے اس ذاتِ عالی کو کیا بے نظیر پیدا کیا تھا کہ کچھ کہا نہیں جا سکتا اور باایں صورت و شان باکمال ایسے بے ساختہ اور بے تکلف تھے کہ تصنع کا گمان بھی نہ آتا تھا اور ظاہر و باطن وہ صاف معاملہ تھا کہ ریاء کی بُو پاس نہ تھی اور ہر ایک یہ جانتا تھا کہ مجھ سے نہایت محبت رکھتے ہیں۔ ہیبتِ حق چہرۂ پُرنور سے ایسی عیاں تھی کہ ہر ایک دفعتہً آنکھ نہ ملا سکتا تھا اور مردم شناسی کا یہ ملکہ تھا کہ کبھی خطا نہ ہوتی تھی اور جیسا جس کو دیکھتے ویسے ہی اس سے کلام فرمایا کرتے تھے۔ غرض کسی حال میں افراط و تفریط نہ تھی اور باوصف خانہ داری اور اہل و عیال کے نہایت آزاد اور مستغنی رہتے تھے۔ گویا فکرِ دنیا پاس بھی نہ آیا تھا۔ دانائے عصر اور علمائے زمانہ ہر ایک مخلص اور منقاد تھا، نادان اور منافق سے کچھ باک نہ تھا۔ ہر وقت عشقِ الٰہی میں مست و سرشار رہتے تھے۔ دل کی کیفیت چہرہ مبارک پر معلوم ہُوا کرتی تھی۔ آنکھیں ہر وقت نم رہتی تھیں۔ محبتِ الٰہی کا صورتِ شریف پر ہر آن ظہور تھا۔

حالاتِ بیعت حکیم ضیاء الدین صاحب لکھتے ہیں کہ وقت عصر حضرت میانجیو قبلہؒ

نے ارشاد فرمایا کہ تم آیت کریمہ ایک لاکھ ۲۵ ہزار مرتبہ ختم کر لو۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے بعد عصر آیت کریمہ شروع کی اور اگلی عصر تک ختم فرما کر اس جگہ سے اُٹھے اور اس ایک رات دن میں بجز حاجت ضروری یا نماز وغیرہ ضروریات کے کوئی بات نہ کی۔ جب میاں جی صاحبؒ نے ذکر و اشغال تلقین فرمائے۔ اسی ہمت اور استقامت کے ساتھ انجام کو پہنچائے۔ سوائے اوراشغال کے چند روز میں حبس دم کی یہ مشق حاصل فرمائی تھی کہ ایک دم میں ذکر نفی و اثبات بعد شرائط پانچ سو مرتبہ پہنچا کر چھوڑ دیا۔ حاجت نہ ہوئی ورنہ خدا جانے کہاں تک کثرت فرماتے اور کئی سال تک فقط آدھ پاؤ کے بقدر کھانا نوش جان فرمایا کرتے تھے اور ربطِ قلب شیخ کے ساتھ اس قدر پیدا کیا تھا کہ بالکل محو اور فنا فی الشیخ ہو گئے تھے۔ ۱۵ شعبان شبِ برأت سے آخر رمضان شریف تک ڈیڑھ مہینے تمام شب مشغول رہتے تھے۔ شب کو لیٹنا سونا بالکل موقوف کر دیتے تھے۔ چند روز میں کمال جذب کے ساتھ سلوک طے فرمایا اور اس قدر کمال توحید اور وسعتِ حال حاصل ہوئی کہ خارج از بیان ہے۔ اس وقت تمام درویش اہل حال فنِ تصوف میں پیشوا سمجھتے اور خاص و عام دریافتِ حال و مقام میں حیران تھے۔

اخفاءِ حال ابتداءِ حال میں حضرت حافظ صاحبؒ کو قمریوں سے شوق تھا۔ ایک روز بعد کھانا کھانے کے ایک روٹی قمریوں کے لئے لائے جس وقت قریب پنجرے کے پہنچے تو ایک قمری نے صدائے حق سرہٗ سنائی۔ اس صدا کو سنتے ہی آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ناگاہ ایک شخص آگیا، اس وقت ہوش آچکا تھا گھبرا کر کھڑے ہو گئے اور یوں فرمایا دیکھو اکثر آدمی راہ میں پانی گرا دیتے ہیں، لوگ رپٹ کر گر جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! کتنا اخفاءِ حال تھا کہ حتی المقدور اپنے حال کو باتوں سے چھپا دیا۔ اسی وجہ سے آپ کے اکثر حال اور خرق عادات ظاہر نہ ہوئے۔

اتباعِ سنّت حافظ صاحبؒ اتباعِ سنّت اور استیصالِ بدعت میں بہت آگے تھے۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں کہ اتباعِ شریعت یہ کچھ تھا کہ ادنیٰ بدعت بھی جڑ سے اکھاڑ دیا کرتے تھے اور خود مسائل مختلف فیہا میں احتیاط پر عمل فرمایا کرتے

تھے اور اوامر و نواہی میں شانِ فاروقیت کا عروج ہوتا تھا۔ زہد و تقویٰ پر ایسی کمر چست باندھی تھی کہ جان تک سے دریغ نہ فرمایا۔ اللہ اللہ کیا اوصاف بیان کروں۔ مختصر یہ کہ ایک دریائے نور تھا، نورِ محمدی کا ظہور تھا۔

شوقِ شہادت شہادت کے سال حافظ صاحب اس طرح فرمایا کرتے تھے۔ دیکھو حُوریں پیالے لئے ہوئے مکانوں کی منڈیروں پر کھڑی ہیں جس کا جی چاہے لے لیوے۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں۔ ان ایام میں حضرت پیر و مرشد (حافظ صاحب) ولولۂ محبتِ الٰہی میں ایسے مست اور مخمور ہوتے تھے کہ اکثر ذکرِ شہادت بر زبان تھا اور بہت باتیں اصرار کی کہہ اٹھتے تھے۔ اخفاءِ حال کا چنداں خیال نہ رہا تھا اور جو کوئی مستدعی بیعت ہوتا تھا بر خلاف عادت فوراً بیعت کر لیتے تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے حافظ صاحب اخفاءِ حال اور مرید نہ کرنے پر مستقل مزاج نظر آتے تھے۔ سترِ حال کا بہت خیال تھا، آزادانہ وضع رکھتے تھے۔ بوسیلہ سفارش حضرت حاجی صاحب سلمہٗ اللہ تعالےٰ میں مشرف بہ بیعت ہوا تھا۔ "میدانِ شہادت میں جانے سے پہلے جو زیب و زینت کی اس کا نقشہ حکیم صاحب نے اس طرح کھینچا ہے۔

"جس وقت ارادہ معرکہ کا کیا غسل فرما کر سب لباس نیا زیب بدن شریف فرمایا اور یہ لباس بہت روز پیشتر سے رکھ چھوڑا تھا۔ حالانکہ اُن کے بعد کے بنائے ہوئے کپڑے استعمال فرمائے اور وہ لباس اس دن کام آیا۔ نعلین شریفین کچھ بوسیدہ نہ تھیں مگر وہ بھی نئی منگا کر زیب پا کیں اور یہاں تلک سامان لباس وغیرہ کا اہتمام کیا تھا کہ خوشبو ملی اور سُرمہ لگایا۔ دستار پیچدار، سپاہیانہ وضع، شمشیر لے کر شربتِ دیدار کی تمنا میں علمِ جوانمردی اُٹھا کر مردانہ اور مشتاقانہ بر سرِ معرکہ جاں بحق تسلیم فرمائی۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

تاریخِ شہادت حکیم صاحب لکھتے ہیں۔ آپ نے ۲۴ محرم الحرام ۱۲۷۴ھ کو پیر کے دن ظہر کے وقت شربتِ شہادت نوش جاں فرمایا۔ حکیم صاحب

کے بھائی محمد علاؤالدین صاحب رامپوری نے "شہادت مُرشد ہادی" تاریخ شہادت نکالی۔
دوسری تاریخ بیدل صاحب نے نکالی ؎

بیدل آں وقت کہ حافظ ضامن — رفت و آراست بجنت مسند
شاد رضواں شد و گفت ایں تاریخ — حافظ مصحف ایزد آمد

میاں جی عبدالغفور کوئی بزرگ اس وقت ہوں گے۔ انہوں نے یہ تاریخ نکالی ؎

حوریں سب مل کر کہہ بولیں واہ واہ — پیر کے دن خلد میں پیر آ گئے

فقط (مکتوب الحاج علی میاں)

تقویم العالم میں ۲۴ محرم ۱۲۷۴ھ دوشنبہ کے دن ۱۴ ستمبر ۵۷ء ہے۔ رحمہ اللہ شیئاً من اتباعہ۔

علی میاں کا خط ماہنامہ تذکرہ دیوبند جمادی الاولےٰ ۱۳۸۰ھ مطابق نومبر ۶۱ء سے التقاط ہے۔ یہ مولانا نسیم احمد صاحب فریدی امروہی کا مضمون ہے جو اس سال حج کو گئے تھے اور مدرسہ صولتیہ سے اس رسالہ کے کچھ اقتباسات نقل کر کے لائے تھے۔ سُنا ہے کہ اصل رسالہ طویل ہے۔ مولوی نسیم احمد صاحب نے اس کے کچھ اقتباسات کئے ہیں اور علی میاں نے اس میں سے اقتباسات کئے ہیں۔ اصل تذکرہ سے چند امور کا اضافہ کرتا ہوں۔ اصل رسالہ میں مؤلف کا نام محمد ضیاء الدین بن غلام محی الدین بن غلام مصطفےٰ انصاری رامپوری درج ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ۵۷ء کے معرکہ جہاد میں جب مُرشد کامل حضرت حافظ صاحب تھانوی شہید ہو گئے تو راہِ سلوک طے کرنے والے مریدِ مہجور کی نظروں میں دُنیا تاریک ہو گئی۔ قلق و اضطراب کا عالم تھا اُن کے قلب و جگر کی کائنات پر فرقت حبیب کا صدمہ جانکاہ چھایا ہوا تھا اسی عالم یاس و حرمان اور کیفیت رنج و غم میں اپنے پیر و مُرشد کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ اصل رسالہ میں کرامات پیر و مرشد کا بھی ایک باب ہے۔ حضرت نانوتوی کا لکھا ہُوا مرثیہ بھی ہے اور مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کا لکھا ہُوا سراپائے حافظ بھی ہے۔ یہ سب کچھ ہے لیکن حافظ صاحب کا سن پیدائش، آپ کے ابتدائی حالات، تعلیمی کیفیات، اولاد، حتیٰ کہ عمر کی مقدار تک بھی موجود نہیں ہے۔ حکیم صاحب خانقاہ تھانہ بھون کا ایک منظر اس

طرح بیان فرماتے ہیں ۔

خانقاہِ تھانہ بھون کی منظر کشی

جب وہ چمنستانِ اسرارِ الٰہی آباد تھا اور نخلِ مراد پُر بار عجب رنگ و روپ رہتا تھا کہیں درس علم اور کہیں تعلیم عمل، کبھی وعظ و پند، کبھی زبان بند، مشغول با خداوند، کہیں حلقہ توجہ کا، کہیں جلوہ ذکر جہر کا کسی کو حالتِ گریہ، کسی کو قہقہہ، کوئی مست و بے ہوش، کوئی محو و مستغرق، دل دنیا سے فارغ اللہ کا طالب، ہر ایک اپنے حال میں مست، ایک چمن رحمتِ حق تھا کہ ناگاہ بر باد ہوا جب کبھی اس مجمع خیر کا ذکر ہوتا ہے، سینہ میں تار سا نکل جاتا ہے اور دل مضطرب بے اختیار تڑپ اُٹھتا ہے۔ ہر چند چاہتا ہوں کہ روکوں مگر دلِ مضطر پر کوئی بھی بس نہیں چلتا ؎

ضبط کروں فریاد کروں گریہ کو روکوں لیکن دلِ بیتاب کو روکوں یہ ہو نہیں سکتا

حضرت ضامن شہیدؒ کا سراپا

دار العلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ نے آپ کا سراپا لکھا ہے جس میں سو سے زائد اشعار اصل رسالہ میں ہیں۔ ان میں سے نصف کے قریب مولوی نسیم صاحب نقل کر کے لائے ہیں، وہ رسالہ میں درج ہیں ان سے انتخاب کر کے خلاصہ کے طور پر چند امور لکھے ہیں :۔ حضرت[1] حافظ صاحب بوقتِ شہادت جوان تھے اور داڑھی کے بال سیاہ تھے۔ خوش رو[2]، بارعب گورے چٹے تھے، چیچک[3] کے کچھ داغ آپ کے چہرہ پر تھے جو بہت خوشنما معلوم ہوتے تھے۔ آپ[4] کی آنکھیں بادہ معرفت کے نشہ سے مخمور اور سرخ رہتی تھیں۔ آپ[5] سر کو منڈواتے تھے۔ گردن[6] بلند تھی۔ سینہ[7] پر سیاہ بال تھے۔ بھنوئیں[8] آپس میں پیوستہ نہ تھیں بلکہ کشادہ تھیں۔ قد و قامت[9] متوسط نہایت موزوں، چہرہ[10] پر تبسم کی کیفیت نمایاں رہتی تھی۔ فیضِ صحبت ایسا بے نہایت تھا کہ جب لوگ سامنے بیٹھتے تھے خیالِ دُنیا نہ آتا تھا۔ عبادت کی طرف رغبت ہوتی تھی۔ خیر و برکت کا یہ مجمع (حضرت حاجی صاحب، حضرت حافظ صاحب، مولانا شیخ محمد صاحب وغیرہ) قصبہ تھانہ بھون مسجد پیر محمد میں جمع ہو گیا تھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس قدر تعلیم و تلقین جاری ہوئی کہ عالم میں شہرہ ہو گیا۔ ہر طرف سے طالبِ خدا اور درویشِ وقت رجوع ہونے لگے اور اپنے

اپنے حوصلہ کے مطابق فیض یاب ہوتے تھے عجائب کیفیت وہاں رہتی تھیں کہ نہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنیں۔ ہر چند غور کیا مگر اس مجمع کو رنج و راحتِ دنیا سے بے فکر پایا۔ بجز یادِ خدا کسی شے کا فکر و اہتمام کرتے نہ دیکھا۔ جو اخلاص سے چند روز بھی صحبت میں رہ گیا ایک حال پیدا کر کے لے گیا، سالہا سال کے عابد و زاہد دیکھے جو کچھ اُن کے قلب میں اثر ہو جاتا تھا۔ شہادت موصوفین کی خدمت میں چند روز کے طالبوں کو اس سے بہتر پایا۔ غرضیکہ وہاں اوّل ہی ایک نسبت کا اثر ہو جاتا تھا۔

شہادت کا ذکر اُوپر گزر چکا ہے۔ حکیم صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت نعش مبارک لینے آئے تھے جسم شریف سے عطر خس اور گلاب کی خوشبو آتی تھی۔ اس نالائق (حکیم صاحب) کا دماغ اس خوشبو سے مشرف اور معطر ہوا اور جناب حاجی صاحب (حاجی امداد اللہ صاحب) نے بھی اس وقت اس کی تصدیق فرمائی۔ حضرت پیر و مرشد نے ہفتہ عشرہ پہلے شہید ہونے سے اس نالائق کو ایک عنایت نامہ ارقام فرمایا تھا۔ وہ گرامی نامہ فارسی زبان میں تھا بعینہٖ ترجمہ اس کا درج کرتا ہوں۔

مکتوب حافظ ضامن شہیدؒ

برادر دینی حکیم محمد ضیاء الدین سلمہ اللہ تعالےٰ بعد سلام واضح رائے ہو کہ تمہاری تحریر کے موافق دل میرا متمنّی ملاقات ہے۔ لازم ہے کہ بغور (جلد بعد) مطالعہ اس خط کے اپنے تئیں یہاں پہنچ آؤ۔ ایسا نہ ہو کہ توقف میں حسرت ملاقات کی دل میں رہ جائے۔ عاقل کو اشارہ کافی ہے۔ باقی حال بر وقتِ ملاقات بیان کیا جائے گا۔"

مرزا غالب کے شاگرد مولوی عبدالسمیع بیدلؔ رامپوری نے ایک قطعہ لکھا تھا جس سے معرکۂ جہاد پر بھی روشنی پڑتی ہے وہ تذکرہ میں موجود ہے اور ان کی لکھی ہوئی تاریخ بھی اُوپر گزر چکی ہے۔ حضرت حافظ صاحبؒ کی شہادت کے بعد حکیم ضیاء الدین صاحب مرحوم نے ایک خواب دیکھا کہ ایک صحرائے وسیع ہموار اور سبزہ زار ہے، اس کی وسعت اور فرحت و فضاء کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ اس میدان میں ایک درخت، اس قدر بلند ہے کہ سر اس کا آسمان کے قریب ملا ہوا ہے اور بہت خوبصورت ہے۔ چند شاخیں اس کی سر جھکائے

جھوم رہی ہیں اور ان میں کھجور کے سے خوشے نہایت خوش وضع کے ساتھ لٹکتے ہیں اور بیچ ان شاخوں کے ایک تخت نفیس وخوب صورت قائم ہے۔ اس پر حضرت پیر ومرشد جلوہ فرما ہیں اور وہ شاخیں ہر چہار سو پر سایہ فگن ہیں۔ عجیب آن بان، شوکت وشان اس حال باکمال میں ٹپکتی تھیں۔ یہ معاملہ دیکھ کر اس قدر فرحت واطمینان اور جمعیت خاطر حاصل ہوئی کہ بالکل محو اور مستغرق اس حال میں ہو گیا۔ جب بایں ہیبت دیکھا تو اس نالائق کے دل میں خیال آیا کہ اگر حضرت کچھ حال اپنی شہادت کا بیان فرمائیں تو بہتر ہے۔ اس بات کے دل میں وارد ہوتے ہی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے اس نے مجھ کو شہداء میں بڑا مرتبہ عنایت فرمایا اور بڑی نعمتیں عطا فرمائیں" مگر حقہ کا ذکر آیا تھا" اس نالائق کے دل میں خطرہ گزرا کہ آپ سے گرفت ہوئی ہوگی۔ اسی وقت فرمایا کہ "نہیں" فقط ذکر آیا تھا۔ یہ فرما کر اور اس ہیئت کو چھوڑ کر دکھلایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ دُرج دہان مبارک میں شکر بھری ہوئی ہے۔

حکیم صاحب نے اس خواب کو نقل کرنے کے بعد حضرت قاسم العلوم نانوتوی ؒ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ میں نے بغور خیال کر کے دیکھا تھا کہ حضرت حافظ صاحبؒ کے دہن شریف سے حقہ کی بو نہ آتی تھی۔ حکیم صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت حافظ صاحب تشریف لے جاتے تھے۔ راہ میں ایک جانور مردار (مُردہ) پڑا تھا اور دو سگ بچے (کُتے) گرد اس کے تھے، ایک دوسرے کو کھانے نہیں دیتے تھے باہم غرّا رہے تھے۔ یہ دیکھتے ہی ایک آہ سرد بھر کر فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالےٰ نے بعینہٖ مثال دُنیا داروں کی ظاہر کر رکھی ہے کہ دُنیا مردار پڑی ہے اور دُنیا دار کُتے لڑتے ہیں۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے حالات قلبی میں کچھ فتور واقع ہُوا تو خواب میں آکر یوں فرمایا۔ تھوڑا کھایا کرو اور لباس جیسا ملا ویسا پہر (پہن) لیا۔

اس کے بعد صاحب تذکرہ نے حضرت مولانا نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ کے مرثیہ کے چند اشعار نقل کئے ہیں، جو حکیم صاحب نے پورے لکھے تھے۔ ان میں سے چند کا انتخاب کیا ہے۔ یہ قصیدہ قصائد قاسمیہ میں پُورا چھپا ہُوا ہے اور چونکہ حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب کی فرمائش اور درخواست پر گویا انہی کی طرف سے لکھا تھا۔ اس لئے آخری شعر

ہیں انہی کے نام پر اختتام کیا ہے۔ مگر چونکہ خود حکیم صاحب نے یہ بتایا ہے کہ حضرت نانوتویؒ کا ہے اس لئے تردد نہیں ہے اور قصائد قاسمیہ میں چھپا ہوا بھی ہے۔

السید الطائفہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ

جن کے نام نامی سے استبراک حاصل کرتے ہوئے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے "امداد السلوک" نام رکھا ہے۔ جیسا کہ حضرت نے کتاب کے خطبہ میں خود تحریر فرمایا ہے۔

نسب اصل اسم گرامی جو آپ کے والد ماجد نے رکھا تھا وہ امداد حسین تھا اور تاریخی نام ظفر احمد رکھا گیا تھا لیکن مسند عصر شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحبؒ مہاجر مکی نے اپنی کرامت سے ہونہار بچے ہی کو خلقت کے لئے اللہ تعالیٰ کی امداد تجویز کر لیا تھا اس لئے امداد اللہ کے ساتھ ملقب فرمایا تھا اور حضرت شاہ صاحب کی کرامت تھی کہ اسی لقب نے شہرت پائی۔ حضرت حاجی صاحب کے والد کا نام حافظ محمد امین بن شیخ حافظ بڈھا بن شیخ حافظ بلاقی۔ آگے کا نسب امداد المشتاق میں کئی پشت تک لکھا ہے۔ آپ کا نسب پچپن واسطوں سے حضرت ابراہیم بن ادھم نور اللہ مرقدہٗ پر جا کر ملتا ہے جو روحانی سلسلہ میں بھی آپ کے اجداد میں ہیں۔ لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت حاجی صاحب کے نسب نامہ میں بڑی ہی تحقیق فرمائی ہے جو رسالہ "النور" شوال ۱۳۴۳ھ میں مذکور ہے۔ اس میں نسب کے سلسلے میں کچھ اشکالات بھی کئے ہیں اور حضرت ابراہیم بن ادھم کے واسطہ ہونے میں بھی اشکال کیا ہے۔ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ فاروقی النسب اور حنفی المذہب، طریقت و معرفت کے امام الائمہ تھے۔ حضرت کی متعدد سوانح کرامات امدادیہ، کمالات امدادیہ اور امداد المشتاق کے نام سے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تالیف فرمائی ہیں۔

ولادت حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی ولادت ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ بروز دوشنبہ بمقام

قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں ہوئی جو حضرت حاجی صاحب کی نانہال کا وطن ہے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے دو بڑے بھائی ایک چھوٹے بھائی اور ایک چھوٹی ہمشیرہ تھی۔ حضرت حاجی صاحب کی عمر تین سال کی تھی کہ حضرت کو اعلیٰ حضرت سید صاحب شہید قدس سرہٗ کی آغوش میں دے دیا گیا اور حضرت شہید قدس سرہٗ نے بعیتِ تبرک سے نوازا (امداد المشتاق) حضرت حاجی صاحبؒ کی عمر ابھی سات ہی سال کی تھی کہ والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا۔ چونکہ حضرت کی والدہ مرحومہ کو آپ سے عشق کے درجہ کی محبت تھی اس لئے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے اس بچہ کو کوئی شخص ہاتھ نہ لگائے۔ اس وصیت کا اثر حضرت حاجی صاحب کی ابتدائی تعلیم پر بھی پڑا کہ اعزہ نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔

تعلیم لیکن چونکہ حضرت حاجی صاحبؒ کو مرجع الخلائق بننا تھا بلا کسی کے تحریص و تنبیہ کے خود ہی کلام مجید حفظ کرنا شروع کر دیا اور ۱۲۴۹ھ میں جب کہ حضرت کی عمر شریف سولہ سال کی تھی استاذ الکل حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ کے ساتھ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں مختلف علماء سے علوم ظاہریہ کی تحصیل شروع فرمائی اور کتب فارسی اور ابتدائی کتب عربیہ پڑھیں۔ لیکن چونکہ حضرت قدس سرہٗ کو علوم باطنیہ میں سید الطائفہ بننا تھا اس لئے شروع ہی سے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو علوم باطنیہ کی طرف کشش شروع ہو گئی تھی اور ۱۵ برس کی عمر میں شیخ وقت حضرت مولانا نصیر الدین صاحب نقشبندی کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور اذکارِ نقشبندیہ شروع کر دیئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں شیخ کی طرف سے خرقۂ اجازت بھی مل گیا۔ اس کے بعد حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو کلام نبوی کی طرف کشش اور جذب ہوا اور مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا محمد قلندر صاحب جلال آبادی سے اور حصن حصین اور فقہ اکبر حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے حاصل کیں۔ یہ دونوں حضرات حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی اور مسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مراقدہم کے شاگردِ رشید تھے۔

سلوک و بیعت ان ایام میں حضرت حاجی صاحب کے اوپر علم تصوف کا بہت زیادہ

غلبہ تھا اور مثنوی مولانا روم کا بہت کثرت سے مطالعہ فرماتے اور ہمیں بہت لطف آتا تھا اور قلب مبارک میں ذوق وشوق اور اضطراب روز افزوں تھا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی۔ اس حالت میں کہ رعب کی وجہ سے حضرت حاجی صاحب کا قدم نہیں اُٹھتا تھا کہ حضرت کے جد امجد ملا بلاقی صاحب تشریف لائے اور حضرت حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر شیخ المشائخ حضرت میانجی نور محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ حضرت کو حضرت میانجی صاحب سے نہ واقفیت تھی اور نہ نام وغیرہ کچھ معلوم اس لئے بیدار ہونے پر بہت ہی اضطراب اور بے چینی میں وقت گزرتا رہا کہ یہ کون بزرگ ہیں، کہاں رہتے ہیں؟ حضرت حاجی صاحبؒ کے اس اضطراب و بے چینی کو دیکھ کر حضرت کے استاذ مولانا قلندر صاحب نے مشورہ دیا کہ تم لوہاری جاؤ وہاں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ شاید اُن کی صحبت سے تمہاری بے چینی کم ہو۔ حضرت حاجی صاحب پر اضطراب اس قدر غالب تھا کہ اس فقرہ کو سُن کر فوراً پاپیادہ لوہاری چل دیئے اور افتاں وخیزاں وہاں حاضر ہوئے اور جیسے ہی نظر پڑی تو چہرہ مبارک کو دیکھ کر وہ خوابی چہرہ جس کی ایک زمانے سے جستجو اور تلاش تھی مل گیا اور چہرۂ انور کو دیکھ کر فوراً قدموں پر گر گئے۔ حضرت میاں جی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور سینہ سے لگا کر فرمایا کہ تمہیں اپنے خواب پر بہت وثوق ہے۔ یہ پہلی کرامت تھی جو حضرت میانجی صاحبؒ کی دیکھی اور بیعت ہو کر کچھ دنوں قیام کیا اور حضرت میاں جی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے یہاں سے خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے اور روانگی کے وقت حضرت میاں جی صاحب نے ایک امتحانی فقرہ فرمایا کہ

"کیا چاہتے ہو تسخیر یا کیمیا؟"

حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ یہ فقرہ سُن کر رو پڑے اور عرض کیا کہ صرف محبوبِ حقیقی کی خواہش ہے، دُنیا کی کوئی چیز نہیں چاہیئے۔ حضرت میانجی صاحب نے یہ فقرہ سُن کر حضرت حاجی صاحب کو بغلگیر فرمایا اور بہت دعائیں دیں۔

شیخ کا انتقال اور سفرِ حج ۱۲۵۹ھ میں حضرت میانجی صاحبؒ کا وصال ہوا اور حضرت کے وصال کے بعد حضرت حاجی صاحب پر پھر ایک بے چینی اور اضطراب کا غلبہ ہوا اور صحرانوردی شروع فرمادی۔ چھ مہینہ تک یہ سلسلہ رہا کہ نہ دن کی خبر نہ رات کی۔ ہفتوں کا فاقہ۔ ۱۲۶۰ھ میں فخر الرسل سید الکونین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی پھر زیارت ہوئی اور حضرت کو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس آؤ۔ اس خواب سے مدینہ پاک کی حاضری کا اضطراب بڑھا اور ۱۲۶۱ھ کو جدہ کے قریب ایک بندرگاہ پر اترے اور سیدھے عرفات تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت پر چند روز مکہ مکرمہ میں قیام رہا اور فخر المحدثین حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر مکی وغیرہ حضرات کے فیوض سے تمتع حاصل کیا۔

حضرت شاہ صاحب نے چند وصایا بھی فرمائیں کہ اپنے کو کمترین مخلوقات میں سے سمجھنا اور حرام مشتبہ لقمہ سے احتراز کرنا کہ یہ لقمہ ضرور نقصان پہنچاتا ہے اور الم تعلم بان اللہ یری کے مراقبہ کی بھی تلقین فرمائی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ زیارت اقدس سے فراغ کے بعد ہندوستان جانا ضروری ہے۔ انشاء اللہ پھر انقطاع تعلقات کے بعد دوبارہ آکر ٹھہرنا۔ حضرت حاجی صاحب پر وہاں کے قیام کا اشتیاق غالب تھا۔ حضرت سید قدرت اللہ صاحب بنارسی ثم المکی نے جو کرامات وخوارق میں بہت مشہور تھے اپنے چند مریدوں کو حضرت حاجی صاحب کے ساتھ کر دیا کہ ان کو بحفاظت لے جائیں اور ساتھ ہی واپس لائیں۔ مدینہ پاک کی حاضری پر جو فیوض وبرکات حاصل ہوئے اُن کی تفصیل تو بہت طویل ہے۔ ایک مرتبہ روضۃ من ریاض الجنۃ میں مراقبہ کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت حاجی صاحب کے سر پر عمامہ رکھ دیا۔ مدینہ کے قیام کے دوران میں حضرت شاہ غلام مرتضیٰ صاحب جھنجھانوی ثم المدنی نور اللہ مرقدہٗ سے اپنا قیام مدینہ کا اشتیاق ظاہر کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ ابھی چندے اور صبر کرو۔ پھر انشاء اللہ واپسی ہو جائے گی۔ اس لئے ۱۲۶۳ھ میں ہندوستان کو واپسی ہوئی تو طالبین کی طرف سے بیعت کا اصرار شروع ہوا اور حضرت حاجی صاحب تواضع

اور انکساری سے انکار فرماتے رہے کہ پھر اشارہ غیبی سے بیعتِ ارشاد شروع ہوئی۔

علماء کا رجوع ابھی چند ہی حضرات حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے اور حاجی صاحب کا اور اُن کے مہمانوں کا کھانا ان کی بھاوج کے گھر سے آتا تھا۔ حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے خواب میں دیکھا کہ سید الکونین فخر الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کی بھاوج سے فرمایا کہ اُٹھ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا، اُن کے مہمان علماء ہیں۔ اس علماء کی جماعت میں سب سے پہلے حضرت اقدس قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ہیں اور ان کے بعد فخر المتکلمین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ کی بیعت ہوئی۔ ان دونوں حضرات کا بیعت ہونا تھا کہ علماء کی بیعت کا سلسلہ چل پڑا۔

ہجرت حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے قلب اطہر میں حجاز کے قیام کا وہ ولولہ جو اس سے پہلی حاضری کے وقت سے موجزن تھا بڑھتا رہا کہ اتفاقاً غدر ۱۸۵۷ء کا حادثہ پیش آیا اور انگریزوں نے بادشاہِ اسلام کے ساتھ غدر کیا اور اس ہنگامہ کے دلسوز واقعات اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی کرامات اور خوارق اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا اجمالی ذکر بھی دشوار ہے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے متعلق حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے متعدد رسائل امداد المشتاق، کرامات امدادیہ کمالات امدادیہ میں مختصر طور سے مذکور ہیں۔

بہرحال اس حادثہ جانکاہ کی وجہ سے حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو ہند کو خیرباد کہنا پڑا۔ چنانچہ ۱۲۷۶ھ میں براہ کراچی مکہ مکرمہ پہنچے اور جبل صفاء پر سیٹھ اسماعیل کی رباط میں قیام فرمایا اور تمام اوقات خلوت اور مراقبہ میں گزرتے تھے۔ ایک مرتبہ مراقبہ میں اشارہ غیبی ہوا کہ عارف کو کسی بھی سنتِ نبوی کا ترک نہیں کرنا چاہیئے اس لئے نکاح ضروری ہے۔ حضرت قدس سرہٗ کی طبیعت یکسوئی اور انقطاع الدنیا کی وجہ سے اس سے متوحش تھی۔ لیکن اس الہام کی وجہ سے تقریباً پچاس سال تجرد میں گزارنے کے بعد ۲۱ رمضان المبارک ۸۲ھ کو بی خدیجہ بنت حاجی شفاعت خاں مرحوم رامپوری

سے جن کے والدین پہلے ہی الوداع کہہ چکے تھے بعوض ساٹھ ریال فرانسیسی جو تقریباً ایک سو پچیس روپے ہندی سکّے سے ہوتے ہیں مہر پر نکاح کیا۔ ۹۴ھ میں بعض مخلص خدام نے بہت شدید اصرار اور الحاح کے بعد حضرت کے شدید انکار کے باوجود محلہ حارۃ الباب میں ایک مکان خرید کر حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کیا۔

آخر حیات و وفات

حضرت قدس سرہٗ نہایت ضعیف الجثّہ اور خلقۃً اللعم تھے۔ اس پر مجاہدات و ریاضات اور قلب منام قلت طعام اور اس سب سے بڑھ کر عشق الٰہی کے اضطراب و بے چینی نے اتنا کمزور و ضعیف کر دیا تھا کہ اگر کہا جائے کہ سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے تو بے جا نہیں۔ اس سیاہ کار نے حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ایک چوغہ کی زیارت کی جو اپنی چوڑائی میں آٹھ دس برس کے بچے کے بدن پر مشکل سے آئے۔ بالآخر یہ عرب و عجم کو منوّر کرنے والا آفتاب دنیائے اسلام کو نور معرفت سے سیراب کرنے والا سمندر چوراسی سال تین ماہ بیس روز اس عالم تاریک کو منوّر فرما کر ۱۲ یا ۱۳ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ بروز چہار شنبہ بوقت اذان صبح محبوب حقیقی سے واصل ہو گیا۔ اور جنت المعلےٰ میں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی ثم المکی بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کی قبر مبارک کے متصل ابدی آرام گاہ نم کنومۃ العروس میں تشریف لے گئے۔

اطاب اللہ ثراہ و اعلی اللہ مراتبہ العلیا۔

(ماخوذ از رسالہ مشائخ چشتیہ مؤلفہ ایں سیہ کار)

دیباچہ امداد السّلوک

حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہٗ نے امداد السلوک کے شروع میں ایک دیباچہ بھی تحریر فرمایا تھا جس کو حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نے اختصاراً حذف کر دیا تھا اور اس کا خلاصہ "التماس از مترجم" کے ذیل میں تحریر فرما دیا ہے۔ اس ناکارہ نے تبرکاً اصل دیباچہ اور اس کا اردو ترجمہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مدظلہٗ العالی ناظم مدرسہ سے کرا کر اس تمہید میں ذکر کر دیا۔

اصل فارسی دیباچہ امداد السّلوک

(ھو اللہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

احمدہٗ علی ما خصّنا بالنعماء السوابغ والفضل الاتم وجعلنا من اشرف الامم وارسل الینا نبیًا وحیدًا ھو فخر الانبیاء واولادھم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ واحبابہ وسلم۔

امابعد! می گوید فقیر خاکسار وحقیر نابکار رشید احمد عفا اللہ واوصلہ الی متمناہ کہ این فصول چند است از ترجمہ رسالہ مکیہ کہ حسب ارشاد قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین قطب الواصلین حافظ محمد ضامن صاحب تھانوی سلمہ اللہ تعالےٰ بالافضال والتلقین ثبت افتادہ ومحض پابند ترجمہ بلفظی نبودہ بیشتر در ترتیب فصول وتوضیح مجملات وایجاز تطویلات وحذف مکررات تغیرات مناسب دادہ بامداد السلوک نام نہادہ وبنام نامی واسم سامی افتخار المشائخ الاعلام مرکز الخواص والعوام منبع البرکات القدسیۃ مظہر الفیوضات المرضیۃ معدن المعارف الالٰہیۃ مخزن الحقائق، مجمع الدقائق، سراج اقرانہ، قدوۃ اہل زمانہ،

سلطان العارفین، ملک التارکین، غوث الکاملین، غیاث الطالبین الذی کلت السنۃ الاقلام من مدائحہ البالغۃ واعجزت التوصیف شمائلہ الکرائم الساطعۃ یغبطہ الاولون والآخرون من شعارہ و یحسدہ الفاجرون والغافلون من دثارہ ۔ مرشدی معتمدی وسیلتی یومی وغدی مولائی ومعتقی سیدی، سندی الشیخ الحاج المشتہر بامداد اللہ الفاروقی تھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ بالارشاد والہدایۃ وازال بذاتہ المطہرۃ الضلالۃ والغوایۃ استعانت نمودہ و باذیال فیضان وعاطفتش پناہ جستہ ورنہ صلاحیت ایں امر نمی داشت و بایں راہ پائے نمی توانست افراشت مرجو آنکہ حضرت ایشان خصوصاً وہر کہ مطالعہ اوکند عموماً ایں محروم راز دعاء خیر خود بفراموشی ندہد وخطائے کہ بیند اصلاح فرماید کہ خود را از زلت بری می کنم والا از حسد حاسد بے باکی واز چشم عیب بینی پروائے نے کہ گزندش وکمندش برگردن ہموست ومقصود من ازیں ترجمہ وتسہیل ہم ان است کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرمودہ کہ اگر صادقے بصدق مطالعہ آں کند وحق تعالےٰ اورا آگہی بخشد ۔ ایں قدر بداند کہ بارگاہ حق جل وعلا بسیار پاک ومنہایت منزہ از کدورات است وآلودہ نجاسات معاصی لائق آں بارگاہ نیست واو تعالےٰ از بندگان خود اطاعت وموافقت اوامر می طلبد واز معاصی ومناہی منع می فرماید وبلسان حال می فرماید کہ ابن آدم من بدِ لازم تو ہستم بدلازم خود را محکم گیر وتراز ہمہ چیز کفایت می کنم واز من ہیچ شئی ترا کافی نیست ۔ پس چوں ایں قدر علم ویقیں اوشد درطلب نجات خود کمر چست بستہ مشغول طہارت ظاہر وباطن بود ورفتہ رفتہ سلوک طریق حق ورزد تا باشد کہ واصل گردد ومقرب شود وانس ومجالست باحضرت صمدیۃ حسب مصداق[1] او تعالےٰ شانہ کہ من جلیس ذاکر خود ہستم حاصل آید واکنوں ترجمۂ مطالب اومی کنم وبخدا تعالےٰ می پناہم فاللہ تعالیٰ یعصمنی من کل مالا یلیق ۔ و یوفقنی لخیر التوفیق ۔

---

[1] کذا فی الاصل والظاہر حسب مصداق فی مان او ۔ ۱۲ منہ